يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا
وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (سورۃ الحجرات:13)

حقوق انسان
اور
معاملات

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com



يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْباً
وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ (سورۃ الحجرات ۱۳)

حقوق انسان اور معاملات

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

حقوق انسان اور معاملات

Rights of People & their Dealings

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب:	حقوق انسان اور معاملات
مصنف:	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن:	مارچ ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com
najeebqasmi@gmail.com

Publisher ناشر

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفیئر سوسائٹی، دیپا سرائے، سنبھل، یوپی، ہندوستان

Freedom Fighter Molana Ismail Sambhali Welfare Society, Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپا سرائے، سنبھل، مراد آباد، یوپی، 244302

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِوَعَلٰی آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْن.

پیش لفظ

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (Deen-e-Islam) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (Hajj-e-Mabroor) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تایدی خطوط تحریر فرماکر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تائیدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف

ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔

ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہو تا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔

اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تا کہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔

ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ بندوں کے حقوق بھی مکمل طور پر ادا کرنے چاہئیں، بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی میں خصوصی اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ بندوں کے حقوق ادا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ اُس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک بندہ کا حق ادا نہ کردیا جائے یا وہ اپنا حق معاف نہ کردے۔ اس کتاب میں بندوں کے حقوق اور معاملات کو ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے، ایپس کی تائید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاصکر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنر اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرارالحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الھند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........   Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیئے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۷/۶/۳ھ

Mohammad Asrarul Haque
Member of Parliament
Lok Sabha

15, South Avenue, New Delhi-110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314

Date 19/03/2016

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات ووسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کردیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگرچہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء وداعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہورہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سا دینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی واصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچادیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر ومحقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال ومتحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی واصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لارہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب وروز کی مصروفیات وجدوجہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی
ایم. پی. لوک سبھا (انڈیا)
وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

सत्यमेव जयते

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دو پتلیوں میں سما گئی ہیں۔ اس نے ''گاگر میں ساگر'' اور ''کوزے میں دریا'' کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنا دیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جا رہا ہے۔ گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل وابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق وفصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کر دیا ہے کہ اطلاعات رسانی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہو گیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔ دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس چیلنج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے، انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل وذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جو از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسرکار ہیں، انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ ''دین اسلام'' اور ''حج مبرور'' اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کر کے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دو سو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔ میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اختر الواسع

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली–110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

والدین کی فرمانبرداری

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی توحید وعبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت ان کی خدمت اوران کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ احادیث میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی خاص اہمیت وتاکید اوراسکی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کووالدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا بنائے۔ ان کی فرمانبرداری کرنے والا بنائے۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کما حقہ ادا کرنے والا بنائے۔

آیات قرآنیہ:

☆ اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی ومحبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا۔ اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پرودگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے ۔۔۔۔۔ (سورہ بنی اسرائیل ۲۳، ۲۴) جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا وہیں والدین کے

ساتھ احسان کرنے کا حکم بھی دیا۔ایک دوسری جگہ اپنے شکر بجالانے کے ساتھ والدین کے واسطے بھی شکر کا حکم دیا۔ اللہ اکبر، ذرا غور کریں کہ ماں باپ کا مقام ومرتبہ کیا ہے توحید وعبادت کے بعد اطاعت وخدمت والدین ضروری قرار دیا گیا کیونکہ جہاں انسانی وجود کا حقیقی سبب اللہ ہے تو وہیں ظاہری سبب والدین۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے،جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔(بخاری)

ماں باپ کی نافرمانی تو کجا، ناراضگی وناپسندیدگی کے اظہار اور جھڑکنے سے بھی روکا گیا ہے اور ادب کے ساتھ نرم گفتگو کا حکم دیا گیا ہے ''وَلَا تَنْهَرْ هُمَا وقُلْ لَّهُما قَوْلًا كَرِيْمًا'' ساتھ ہی ساتھ بازوئے ذلت پست کرتے ہوئے تواضع وانکساری اور شفقت کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہوتا ہے ''واخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمةِ'' اور پوری زندگی والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم ان کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے وقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُما كما رَبَّيَانِي صَغِيْرًا۔

☆ اور تم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔(سورہ النساء۳۶)

☆ ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ (سورہ العنکبوت۸)

احادیث شریفہ:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے

دریافت کیا کہ اللہ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی فرمانبرداری۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری، مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کرنے کے لئے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے کہا: (الحمدللہ) دونوں حیات ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تو واقعی اللہ تعالیٰ سے اجرعظیم کا طالب ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے والدین کے پاس جا اور ان کی خدمت کر۔ (مسلم)

☆ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس شخص نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا باپ۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ چنانچہ تمہیں اختیار ہے خواہ (اس کی نافرمانی کرکے اور دل دکھاکے) اس دروازہ کو ضائع کردو یا (اس کی فرمانبرداری اور اس کو راضی رکھ کر) اس دروازہ کی حفاظت کرو۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھا دیا جائے اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (مسند احمد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرمائیں گے۔ (مستدرک حاکم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ذلیل وخوار ہو، ذلیل وخوار ہو، ذلیل وخوار ہو۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون ذلیل وخوار ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت کے ذریعہ) جنت میں داخل نہ ہو۔ (مسلم)

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے۔ والدین کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے۔ لہذا ہمیں والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ خاص کر جب والدین یا دونوں

میں سے کوئی بڑھاپے کو پہنچ جائے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا حتی کہ ان کو اُف تک نہیں کہنا چاہئے۔ادب واحترام اور محبت وخلوص کے ساتھ ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ممکن ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی کچھ باتیں یا اعمال آپ کو پسند نہ آئیں،آپ اس پر صبر کریں،اللہ تعالیٰ اس صبر کرنے پر بھی اجر عظیم عطا فرمائے گا،ان شاء اللہ۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء نے والدین کے حسب ذیل بعض حقوق مرتب کئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے حقوق ادا کرنے والا بنائے:

دوران حیات حقوق: ان کا ادب واحترام کرنا۔ ان سے محبت کرنا۔ ان کی فرمانبرداری کرنا۔ ان کی خدمت کرنا۔ ان کو حتی الامکان آرام پہنچانا۔ ان کی ضروریات پوری کرنا۔ وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرنا۔

بعد از وفات حقوق: ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا۔ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے۔ ان کے رشتے دار، دوست ومتعلقین کی عزت کرنا۔ ان کے رشتے دار، دوست ومتعلقین کی حتی الامکان مدد کرنا۔ان کی امانت وقرض ادا کرنا۔ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا۔کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔

نوٹ: والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کے درمیان مساوات قائم رکھیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کریں۔عموماً غیر شادی شدہ اولاد سے محبت کچھ زیادہ ہوجاتی ہے،جس

پر پکڑ نہیں ہے، لیکن بڑی اولاد کے مقابلے میں چھوٹی اولاد کو معاملات میں ترجیح دینا مناسب نہیں ہے، جس کی وجہ سے گھریلو مسائل پیدا ہوتے ہیں، لہذا والدین کو حتی الامکان اولاد کے درمیان برابری کا معاملہ کرنا چاہیئے۔ اگر اولاد گھر وغیرہ کے اخراجات کے لئے باپ کو رقم دیتی ہے تو اس کا صحیح استعمال ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین کی فرمانبردای کرنے والا بنائے اور ہماری اولاد کو بھی ان حقوق کی ادائیگی کرنے والا بنائے۔

حقوق العباد (بندوں کے حقوق)

جن کبیرہ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ (اللہ کے حقوق) سے ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کی ادائیگی میں کوتاہی، اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، ان شاء اللہ۔ لیکن اگر ان گناہوں کا تعلق حقوق العباد (بندوں کے حقوق) سے ہے مثلاً کسی شخص کا سامان چرایا، یا کسی شخص کو تکلیف دی یا کسی شخص کا حق مارا، تو قرآن وحدیث کی روشنی میں تمام علماء وفقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اس کی معافی کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ جس بندے کا ہمارے اوپر حق ہے، اس کا حق ادا کریں یا اس سے حق معاف کروائیں، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ واستغفار کے لئے رجوع کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: شہید کے تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں، مگر کسی شخص کا قرضہ۔ (مسلم، ۱۸۸٦) یعنی اگر کسی شخص کا کوئی قرض کسی کے ذمہ ہے تو جب تک ادا نہیں کردیا جائے، وہ ذمہ میں باقی رہے گا خواہ کتنا بھی بڑا نیک عمل کرلیا جائے۔ مشہور محدث حضرت امام نووی ؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قرض سے مراد تمام حقوق العباد ہیں یعنی اللہ کے راستے میں شہید ہونے سے حقوق اللہ تو سب معاف ہوجاتے ہیں، لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوتے ہیں۔ (شرح مسلم)

معلوم ہوا کہ ہمیں حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی

نماز، روزہ، زکاۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے' ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم۔ باب تحریم الظلم) یہ ہے اس امت مسلمہ کا مفلس کہ بہت ساری نیکیوں کے باوجود' حقوق العباد میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق اللہ کے ساتھ' حقوق العباد میں بھی کوتاہی کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

حقوق الزوجین یعنی میاں بیوی کی ذمہ داریاں

حق کے معنی: حق کے لغوی معنی ثابت ہونے یعنی واجب ہونے کے ہیں، اس کی جمع حقوق آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۂ یٰس ۷) اُن میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہوچکی ہے، سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔۔۔۔ حق' باطل کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً (سورۂ اسراء ۸۱) اور اعلان کردو کہ حق آچکا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل کو مٹنا ہی تھا۔

حقوق کی ادائیگی: شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو اس بات پر متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے، اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقہ پر انجام دے اور لوگوں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کرے۔ شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی مکمل طور پر ادائیگی کرے حتی کہ بعض وجوہ سے حقوق العباد کو زیادہ اہتمام سے ادا کرنے کی تعلیمات دی گئیں۔

آج ہم دوسروں کے حقوق تو ادا نہیں کرتے ہیں البتہ اپنے حقوق کا جھنڈا اٹھائے رہتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر نہیں کرتے ہیں، اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے مطالبات کئے جارہے ہیں، تحریکیں چلائی جارہی ہیں، مظاہرے کئے جارہے

ہیں، ہڑتالیں کی جارہی ہیں، حقوق کے نام سے انجمنیں اور تنظیمیں بنائی جارہی ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسی انجمنیں یا تحریکیں یا کوششیں موجود نہیں ہیں کہ جن میں یہ تعلیم دی جائے کہ اپنے فرائض، اپنی ذمہ داریاں اور دوسروں کے حقوق جو ہمارے ذمہ ہیں وہ ہم کیسے ادا کریں؟ شریعت اسلامیہ کا اصل مطالبہ بھی یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داریوں یعنی دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی زیادہ کوشش کرے۔

میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ دونوں کو ان کے فرائض یعنی ذمہ داریاں بتادیں۔شوہر کو بتادیا کہ تمہارے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں اور بیوی کو بتادیا کہ تمہاری ذمہ داریاں کیا ہیں، ہر ایک اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کوادا کرنے کی کوشش کرے۔زندگی کی گاڑی اسی طرح چلتی ہے کہ دونوں اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر سے زیادہ ہو۔اگر یہ جذبہ پیدا ہوجائے تو پھر زندگی بہت عمدہ خوشگوار ہوجاتی ہے۔

زوجین (میاں بیوی): دواجنبی مرد وعورت کے درمیان شوہر اور بیوی کا رشتہ اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جبکہ دونوں کے درمیان شرعی نکاح عمل میں آئے۔نکاحِ شرعی کے بعد دواجنبی مرد وعورت رفیق حیات بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کے رنج وخوشی، تکلیف وراحت اور صحت وبیماری غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔ عقدِ نکاح کو قرآن کریم میں میثاق غلیظ کا نام دیا گیا ہے یعنی نہایت مضبوط رشتہ۔نکاح کی وجہ سے بے

شمار حرام امور ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجاتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک دوسرے کو لباس سے تعبیر کیا ہے یعنی شوہر اپنی بیوی کے لئے اور بیوی اپنے شوہر کے لئے لباس کے مانند ہے۔ شرعی نکاح کے بعد جب آدمی شوہر اور عورت بیوی بن جاتی ہے تو ایک دوسرے کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا جائز ہوجاتا ہے اور ایک دوسرے کے ذمہ جسمانی اور روحانی حقوق واجب ہوجاتے ہیں۔ شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے شوہر اور بیوی کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا نیز ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنا یہ سب شریعت اسلامیہ کا جزء ہیں اور ان پر بھی اجر ملے گا، ان شاء اللہ۔

نکاح کے دو اہم مقاصد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں نکاح کے مقاصد میں سے دو اہم مقصد مندرجہ ذیل آیت میں بیان فرمائے ہیں: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ. (سورۃ الروم ۲۱) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے آرام پاؤ۔ اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ غرض اِس آیت میں نکاح کے دو اہم مقاصد بیان کئے گئے:

۱) میاں بیوی کو ایک دوسرے سے قلبی وجسمانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

۲) میاں بیوی کے درمیان ایک ایسی محبت، الفت، تعلق، رشتہ اور ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے جو دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔

زوجین (میاں بیوی) کی ذمہ داریوں کی تین قسمیں:

انسان صرف انفرادی زندگی نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ فطرتاً معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے، اس کا وجود خاندان کے ایک رکن اور معاشرہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہی پایا جاتا ہے۔ معاشرہ اور خاندان کی تشکیل میں بنیادی اکائی میاں بیوی ہیں جن کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں:

۱) شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر۔

۲) بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر۔

۳) دونوں کی مشترکہ ذمہ داریاں یعنی مشترکہ حقوق۔

شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ ۲۲۸) اور (مردوں پر) عورتوں کا حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر حق ہے، معروف طریقہ پر۔ اس آیت میں میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا گیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اگر اس جامع ہدایت کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اِس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کڑواہٹ پیدا نہ ہوگی، ان شاء

اللہ۔ واقعی یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ الفاظ کے اختصار کے باوجود معانی کا سمندر گویا کہ ایک کوزے میں سمودیا گیا ہے۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ بیوی کو محض نوکرانی اور خادمہ مت سمجھنا بلکہ یہ یادرکھنا کہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں ضروری ہے۔ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اسکی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو اُن کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔دوسری طرف اِس آیت میں بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ اُس پر بھی حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔کوئی بیوی اُس وقت تک پسندیدہ نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کوادا کرکے اُس کوخوش نہ کرے، چنانچہ احادیث میں ایسی عورتوں کی تعریف فرمائی گئی ہے جو اپنے شوہر کی تابع داراور خدمت گزار ہوں اوران سے بہت زیادہ محبت کرنے والی ہوں اور ایسی عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جوشوہروں کی نافرمانی کرنے والی ہوں۔

شوہر کی چند اہم ذمہ داریاں حسب ذیل ہیں:

۱) مکمل مہر کی ادائیگی: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (سورۃ النساء ۴) عورتوں کوان کا مہر راضی وخوشی سے ادا کردو۔نکاح کے وقت مہر کی تعیین اور شب زفاف سے قبل اس کی ادائیگی ہونی چاہئے، اگرچہ طرفین کے اتفاق سے مہر کی ادائیگی کو مؤخر بھی کرسکتے ہیں۔ مہر صرف عورت کا حق ہے،لہذا شوہر یا اس کے والدین یا

بھائی بہن کے لئے مہر کی رقم میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے۔ ﴿وضاحت﴾: شریعت نے کوئی بھی خرچہ صنف نازک پر نہیں رکھا ہے، شادی سے قبل اسکے تمام اخراجات والد کے ذمہ ہیں اور شادی کے بعد عورت کے کھانے، پینے، رہنے، سونے اور لباس کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، لہذا مہر کی رقم عورت کی خالص ملکیت ہے اس کو جہاں چاہے اور جیسے چاہے استعمال کرے، شوہر یا والد مشورہ تو دے سکتے ہیں مگر اُس رقم میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار صرف عورت کو ہے، اِسی طرح اگر عورت کو کوئی چیز وراثت میں ملی ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہوگی، والد یا شوہر کو وہ رقم یا جائیداد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲) **بیوی کے تمام اخراجات**: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورۃ البقرہ ۲۳۳)

بچوں کے باپ (یعنی شوہر) پر عورتوں (یعنی بیوی) کا کھانا اور کپڑا لازم ہے دستور کے مطابق۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امان میں تم نے اُن کو لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اُن کی شرمگاہوں کو تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ دستور کے مطابق اُن کا مکمل کھانے پینے کا خرچہ اور کپڑوں کا خرچہ تمہارے ذمہ ہے۔ (مسلم)

۳) **بیوی کے لئے رہائش کا انتظام**: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ (سورۃ الطلاق ٦) تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں اُن عورتوں کو رکھو۔ اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ

عدت کے دوران ان کی رہائش کا انتظام بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ جب شریعت نے مطلقہ عورتوں کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ رکھا ہے تو حسب استطاعت بیوی کی مناسب رہائش کی ذمہ داری بدرجہ اولیٰ شوہر کے ذمہ ہوگی۔

۴) بیوی کے ساتھ حسن معاشرت:

شوہر کو چاہیئے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً (سورۃالنساء۱۹) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ معاملہ رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کردے۔

شوہر کی چوتھی ذمہ داری "بیوی کے ساتھ حسن معاشرت" بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اس کی ادائیگی کے مختلف طریقے حسب ذیل ہیں:

a) حسب استطاعت بیوی اور بچوں پر خرچہ کرنے میں فراخدلی سے کام لینا چاہیئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ (بخاری) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے ساتھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ صدقہ ہوگا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر اجر عطا فرمائے گا۔

b) بیوی سے مشورہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ رکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مرد کے لئے قوّام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

یعنی مرد عورتوں پر نگہبان اور منتظم ہیں۔ لیکن حسن معاشرت کے طور پر عورت سے بھی گھر کے نظام کو چلانے کے لئے مشورہ لینا چاہئے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمِرُوا لنِّسَاءَ فِیْ بَنَاتِھِنَّ (ابوداؤد، مسند احمد) یعنی بیٹیوں کے رشتے کے لئے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کرو۔

c) بیوی کی بعض کمزوریوں سے چشم پوشی کریں، خاص طور پر جب کہ دیگر خوبیاں ومحاسن ان کے اندر موجود ہوں، یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے عموماً ہر عورت میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور رکھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر عورت کی کوئی بات یا عمل ناپسند آئے تو مرد عورت پر غصہ نہ کرے کیونکہ اس کے اندر دوسری خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ (مسلم)

d) مرد بیوی کے سامنے اپنی ذات کو قابل توجہ یعنی اسمارٹ بنا کر رکھے کیونکہ تم جس طرح اپنی بیوی کو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہو وہ بھی تمہیں اچھا دیکھنا چاہتی ہے۔ صحابی رسول ومفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے لئے ویسا ہی سجتا ہوں جیسا وہ میرے لئے زیب وزینت اختیار کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

e) گھر کے کام وکاج میں عورت کی مدد کی جائے، خاص کر جب وہ بیمار ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے تمام کام کرلیا کرتے تھے، جھاڑو بھی خود لگالیا کرتے تھے، کپڑوں میں پیوند بھی خود لگالیا کرتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت بھی خود کرلیا کرتے تھے۔ (بخاری)

بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر:

۱) شوہر کی اطاعت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء ۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کا کہنا مانتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فوقیت وفضیلت دینے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) مرد وعورت وساری کائنات کو پیدا کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔

(۲) مرد اپنے اور بیوی وبچوں کے تمام اخراجات برداشت کرتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (مسند احمد) اگر عورت نے

(خاص طور پر) پانچ نمازوں کی پابندی کی، ماہ رمضان کے روزے اہتمام سے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو گویا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ سے ایک سوال کرنے کے لئے بھیجا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم مردوں کو دیا ہے، چنانچہ اگر ان کو جہاد میں تکلیف پہنچتی ہے تو اُس پر ان کو اجر دیا جاتا ہے اور اگر وہ شہید ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں میں شمار ہوجاتے ہیں کہ مرنے کے باوجود وہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی رزق ان کو دیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹ میں مذکور ہے) ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں، ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن عورتوں کی طرف سے تم بھیجی گئی ہو، ان کو اطلاع کردو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف تمہارے لئے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے، لیکن تم میں سے کم ہی عورتیں اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتی ہیں۔ (بزاز، طبرانی)

﴿وضاحت﴾: اِن دِنوں مرد وعورت کے درمیان مساوات اور آزادئ نسواں کا بڑا شور ہے اور بعض ہمارے بھائی بھی اس پروپیگنڈے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد وعورت زندگی کے گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا سفر دونوں کو ایک ساتھ طے کرنا ہے، اب زندگی کے سفر کو طے کرنے میں انتظام کی خاطر یہ لازمی بات ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک سفر کا ذمہ دار ہوتا کہ زندگی کا نظام صحیح چل سکے۔ لہذا تین راستے ہیں:

(ا) دونوں کو ہی امیر بنایا جائے۔

(۲) عورت کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔

(۳) مرد کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔

پہلی شکل میں اختلاف کی صورت میں مسئلہ حل ہونے کے بجائے پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا جائے گا۔ دوسری شکل بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ مرد وعورت کو پیدا کرنے والے نے صنف نازک کو ایسی اوصاف سے متصف پیدا کیا ہے کہ وہ مرد پر حاکم بن کر زندگی نہیں گزار سکتی ہے۔ لہذا اب ایک ہی صورت بچی اور وہ یہ ہے کہ مرد اس زندگی کے سفر کا امیر بن کر رہے۔ مرد میں عادتاً وطبعاً عورت کی بہ نسبت فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، نیز انسانی خلقت، فطرت، قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے اور عقل کے ذریعہ انسان غور وخوض کرے تو یہی نظر آئے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو قوت مرد کو عطا کی ہے، بڑے بڑے کام کرنے کی جو صلاحیت مرد کو عطا فرمائی ہے، وہ عورت کو نہیں دی گئی۔ لہذا امارت اور سربراہی کا کام صحیح طور پر مرد ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس مسئلہ کے لئے اپنی عقل سے فیصلہ کرنے کے بجائے اس ذات سے پوچھیں جس نے اِن دونوں کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں واضح الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کا حل پیش کر دیا ہے:

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۃ النساء ۳۴) ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح الفاظ میں ذکر فرما دیا کہ مرد ہی زندگی کے سفر کا سربراہ رہے گا اور فیصلہ کرنے کا حق مرد ہی کو حاصل ہے، اگرچہ مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے فیصلوں میں شامل کرے۔۔ مرد حضرات بھی اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ بیشک مرد عورت کے لئے قوام یعنی امیر کی حیثیت رکھتا ہے

لیکن ساتھ ہی دونوں کے درمیان دوستی کا بھی تعلق ہے، یعنی انتظامی طور پر تو مرد قوام یعنی امیر ہے لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے، ایسا تعلق نہیں ہے جیسا مالک اور نوکرانی کے درمیان ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں میں مجھے علم ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کس طرح علم ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو رب محمد کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو رب ابراہیم کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو۔ اس وقت تم میرا نام نہیں لیتی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (بخاری۔باب ما یجوز من الھجر)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ کون ناراض ہو رہا ہے؟ حضرت عائشہؓ۔ اور کس سے ناراض ہو رہی ہیں؟ حضور اکرم ﷺ سے۔ معلوم ہوا کہ اگر بیوی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہے تو یہ مرد کی قوامیت یعنی امارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بڑی خوش طبعی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کہ مجھے تمہاری ناراضگی کا پتہ چل جاتا ہے۔

اسی طرح واقعۂ افک کو یاد کریں، جس میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تھی، جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ پر قیامت صغریٰ برپا ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ کہیں حضرت عائشہؓ سے واقعی غلطی تو نہیں ہو گئی ہے۔ جب آیت برأت نازل ہوئی جس

میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت کا اعلان کیا تو حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کھڑی ہوجاؤ اور نبی اکرم ﷺ کو سلام کرو۔ حضرت عائشہؓ بستر پر لیٹی ہوئی تھیں اور برأت کی آیات سن لیں اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میری برأت (اپنے پاک کلام میں) نازل فرمادی لیکن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شکر ادا نہیں کرتی کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کرلیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔

(بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، حدیث نمبر ۴۷۵۰)

بظاہر حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض فرمایا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کو برا نہیں سمجھا، اس لئے کہ یہ ناز کی بات ہے۔ یہ ناز درحقیقت اسی دوستی کا تقاضہ ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں بلکہ دوستی کا بھی رشتہ ہے اور اس دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے۔

بہرحال! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے اس لئے فیصلہ اس کا ماننا ہوگا۔ ہاں بیوی اپنی رائے اور مشورہ دے سکتی ہے اور شریعت نے مرد کو یہ ہدایت بھی دی ہے کہ وہ حتی الامکان بیوی کی دلداری کا خیال بھی کرے لیکن فیصلہ اسی کا ہوگا۔ لہٰذا اگر بیوی چاہے کہ ہر معاملے میں فیصلہ ان کا چلے اور مرد قوام نہ بنے، تو یہ صورت فطرت کے خلاف ہے، شریعت کے خلاف ہے، عقل کے خلاف ہے اور انصاف کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ گھر کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲) شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَالصّٰلِحٰتُ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء ۳۴) جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کی تابعداری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں مرد کا سب سے بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ نیک عورت ہے، جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کردے، جب شوہر اس کو کوئی حکم کرے تو شوہر کا کہنا مانے۔ اگر شوہر کہیں باہر سفر میں چلا جائے تو اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ (ابوداود، نسائی)

شوہر کے مال کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں سے کچھ نہ لے، اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ دے۔ ہاں اگر شوہر واقعی بیوی کے اخراجات میں کمی کرتا ہے تو بیوی اپنے اور اولاد کے خرچ کو پورا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر مال لے سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا جب انہوں نے اپنے شوہر ابوسفیانؓ کے زیادہ بخیل ہونے کی شکایت کی تھی: خُذِيْ مَا يَكْفِيْكَ وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوْفِ اتنا مال لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے متوسط خرچہ کے لئے کافی ہو۔ (بخاری مسلم)

شوہر کی آبرو کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے، کسی نامحرم سے بلا ضرورت بات نہ کرے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے

باہر نہ نکلے۔

۳) گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا: یہ عورتوں کی وہ ذمہ داری ہے جو ان کی خلقت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، بلکہ یہ وہ بنیادی ذمہ داری ہے جسکی ادائیگی عورتوں پر لازم ہے۔عورتوں کو اس ذمہ داری کے انجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہئے کیونکہ اسی ذمہ داری کو صحیح طریقہ پر انجام دینے سے فیملی میں آرام وسکون پیدا ہوگا نیز اولاد دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگی۔حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جب صحابۂ کرام اپنی بیٹی یا بہن کو رخصت کرتے تھے تو اس کو شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہترین تربیت کی خصوصی تاکید کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا (بخاری ومسلم) عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان اور ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بچوں کی تربیت وغیرہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بیوی کی چند اہم دیگر ذمہ داریاں:

۴) بیوی، شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں روزے رکھے مگر شوہر کی اجازت سے یعنی کسی عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا شوہر کی اجازت کے بغیر حلال نہیں۔

۵) عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو: عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہونا چاہئے تاکہ شوہر کا پیسہ فضول خرچی میں خرچ نہ ہو۔گھر کو نوکرانیوں پر نہیں چھوڑنا چاہئے

کہ وہ جس طرح چاہیں کرتی رہیں بلکہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے داخلی تمام امور پر نگاہ رکھے۔

چند مشترکہ حقوق اور ذمہ داریاں:

حتی الامکان خوشی وراحت وسکون کو حاصل کرنے اور رنج وغم کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے۔

ایک دوسرے کے راز لوگوں کے سامنے ذکر نہ کئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کی نظروں میں سب سے بدبخت انسان وہ ہوگا جو میاں بیوی کے آپسی راز کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔ (مسلم)

شوہر باہر کے کام اور بیوی گھریلو کام انجام دے:

قرآن وسنت میں واضح طور پر ایسا کوئی قطعی اصول نہیں ملتا جس کی بنیاد پر کہا جائے کہ کھانا پکانا عورتوں کے ذمہ ہے، البتہ حضرت فاطمہ ؓ کی شادی کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان کام کی جو تقسیم کی وہ اس طرح تھی کہ باہر کے کام حضرت علیؓ دیکھتے تھے، گھریلو کام مثلاً کھانا بنانا، گھر کی صفائی کرنا وغیرہ حضرت فاطمہؓ کے ذمہ تھا۔ لیکن یاد رکھیں کہ زندگی قانونی پیچیدگیوں سے نہیں چلا کرتی، لہذا جس طرح قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ہے کہ کھانا پکانا عورت کے ذمہ ہے اسی طرح قرآن وسنت میں کہیں واضح طور پر یہ موجود نہیں ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا لازم ہے، اسی طرح قرآن وسنت میں مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس کے والدین کے گھر ملاقات

کے لئے لے جایا کرے۔اسی طرح اگر بیوی کے والدین یا بھائی بہن اس کے گھر آئیں تو مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ مرغ مسلم و کوفتے و کباب وغیرہ لے کر آئے۔معلوم ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کی خدمت کے جزبہ سے رہیں۔باہر کے کام مرد انجام دے اور عورت گھر کے معاملات کو بخوبی انجام دے۔

میاں بیوی کی مشترکہ ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی جنسی ضرورت کو پورا کریں۔حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی طرف بلائے (یہ میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے کنایہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ان تعلقات کو قائم کرنے کے لئے بلائے) اور وہ عورت نہ آئے یا ایسا طرز اختیار کرے کہ جس سے شوہر کا وہ منشا پورا نہ ہو اور اس کی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے تو ساری رات صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں،یعنی اس عورت پر خدا کی لعنت ہو اور لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو حاصل نہیں ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجر وثواب: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی اجر عطا فرمائے گا۔صحابۂ کرام نے سوال کیا: یارسول اللہ! وہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کرتا ہے،اس پر کیا اجر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ نفسانی خواہش کو ناجائز طریقے سے پورا کرتا ہے تو اس پر گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! گناہ ضرور ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: چونکہ میاں بیوی ناجائز طریقہ کو چھوڑ کر جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کو اللہ کے

حکم کی وجہ سے کررہے ہیں، اس لئے اس پر بھی ثواب ہوگا۔(مسند احمد ج۵ ص ۱۶۹۱۶۷)

اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے مشترکہ فکر وکوشش:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمِرُوْنَ (سورۃ التحریم ٦) اے ایمان والوں تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو تو جہنم کی آگ سے بچا سکتے ہیں مگر گھر والوں کا کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کو برائیوں سے روکتے رہو اور اچھائیوں کا حکم کرتے رہو، ان شاء اللہ یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا بنے گا۔

وراثت میں شرکت:

دونوں میں سے کسی ایک کے انتقال ہونے پر دوسرا اسکی وراثت میں شریک ہوگا۔

شوہر اور بیوی کی وراثت میں چار شکلیں بنتی ہیں۔(سورۃ النساء ١٢):

☆ بیوی کے انتقال پر اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو 1/2 ملے گا۔

☆ بیوی کے انتقال پر اولاد موجود ہونے کی صورت میں شوہر کو 1/4 ملے گا۔

☆ شوہر کے انتقال پر اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/4 ملے گا۔

☆ شوہر کے انتقال پر اولاد موجود ہونے کی صورت میں بیوی کو 1/8 ملے گا۔

اسلام میں قتل کی سنگینی اور اس کی سزا

قتل کی حرمت قرآن کریم میں:

شریعت اسلامیہ میں جتنی تاکید کے ساتھ انسان کے قتل کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے، عصر حاضر میں اس کی اتنی ہی بے حرمتی ہورہی ہے، چنانچہ معمولی معمولی باتوں پر قتل کے واقعات روزانہ اخباروں کی سرخیاں بنتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان دنوں بعض مسلمان بھی اس جرم کا ارتکاب کبھی کبھی دینی خدمت سمجھ کر کر جاتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث میں کسی انسان کو ناحق قتل کرنے پر ایسی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں جو کسی اور جرم پر بیان نہیں ہوئیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی انسان کو ناحق قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، بلکہ بعض علماء نے سورۃ النساء آیت نمبر۹۲ کی روشنی میں فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا ملت اسلامیہ سے ہی نکل جاتا ہے۔ (وَمَن يَّقْتُلْ مُؤمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً) اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اگرچہ جمہور علماء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ کسی کو ناحق قتل کرنے والا بہت بڑے گناہ کا مرتکب تو ضرور ہے مگر وہ اس جرم کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا ہے اور ایک طویل عرصہ تک جہنم میں دردناک عذاب کی سزا پاکر آخر کار وہ جہنم سے نکل جائے گا کیونکہ مذکورہ آیت میں (خَالِداً فِيْهَا) سے مراد ایک طویل مدت ہے۔ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ کسی کو ناحق قتل کرنے والے کی آخرت میں بظاہر

معافی نہیں ہے اور اسے اپنے جرم کی سزا آخرت میں ضرور ملے گی اگر چہ مقتول کے ورثاء قاتل سے قصاص نہ لے کر دیت وصول کر لیں یا اسے معاف کر دیں۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل قرار دیا: مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلَی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْساً اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً (سورۃ المائدہ ۳۲) اسی وجہ سے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلے لینے کے لئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچا لے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا کیونکہ کوئی شخص قتل ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے، نیز اگر کسی کو ناحق قتل کرنے کا چلن عام ہو جائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہو جائیں گے، لہٰذا قتل ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف کیا گیا ہو، تمام انسانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔

قتل کی حرمت کے متعلق فرمان الٰہی ہے: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهِ سُلْطَاناً فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّهُ کَانَ مَنْصُوْراً (سورۃ الاسراء ۳۳) جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے قتل نہ کرو، مگر یہ کہ تمہیں (شرعاً) اس کا حق پہنچتا ہو اور جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم نے اس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے

تجاوز نہ کرے۔ یقیناً وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔

اسی طرح سورۃ الفرقان آیت ۶۸ اور ۶۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً آخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَاماً. یُضَاعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَیَخْلُدْ فِیْہِ مُھَاناً اور جو اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس جان کو اللہ نے حرمت بخشی ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں، اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دوگنا کر دیا جائے گا۔ اور وہ ذلیل ہو کر اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

آخری تینوں آیات میں صرف مسلمانوں کے قتل کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ہر اُس شخص کے قتل کی ممانعت ہے جس کی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔

قتل پر سخت وعیدیں رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبانی:

حضور اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث ہوئے مگر اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے کسی کو ناحق قتل کرنے پر سخت سے سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں اور امت کو اس سنگین گناہ سے باز رہنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔ پانچ احادیث پیش ہیں:

☆ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے عظیم خطبہ میں اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کا خون نہ بہایا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا: تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں

تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تم سب اپنے پروردگار سے جا کر ملو گے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ لہٰذا میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ (صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع، صحیح مسلم۔ باب القسامۃ) یعنی کسی شخص کو ناحق قتل کرنا کافروں اور گمراہوں کا کام ہے نیز ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی انسان کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی بات کہنا۔ (صحیح بخاری۔ باب قول اللہ تعالیٰ من احیاھا)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے اور اسے قتل کرنے کے لئے لڑنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الادب)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کو اپنے دین کے معاملے میں اس وقت تک (معافی کی) گنجائش رہتی ہے جب تک وہ حرام طریقے سے کسی کا خون نہ بہائے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الدیات)

صحیح بخاری کی سب سے مشہور شرح لکھنے والے علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ کسی کا ناحق خون بہانے کے بعد معافی کا امکان بہت دور ہوجاتا ہے۔ (فتح الباری)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔ (ترمذی۔ باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن، نسائی، ابن ماجہ)

قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کیا گیا کہ کسی شخص کو قتل کرنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور قاتل کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ایک طویل عرصہ تک رہے گا، اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ تعالیٰ نے قاتل کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ قتل جیسے بڑے گناہ سے ہمیشہ بچے اور وہ کسی بھی حال میں کسی بھی جان کا ضائع کرنے والا نہ بنے کیونکہ بسا اوقات ایک شخص کے قتل سے نہ صرف اس کی بیوی بچوں کی زندگی بلکہ خاندان کے مختلف افراد کی زندگی بعد میں دوبھر ہو جاتی ہے اور اس طرح خوشحال خاندان کے افراد بیوہ، یتیم اور محتاج بن کر تکلیفوں اور پریشانیوں میں زندگی گزارنے والا بن جاتے ہیں۔

قتل کی اقسام اور ان کی سزا:

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کر دے تو آخرت میں دردناک عذاب کے ساتھ دنیا میں بھی اسے سزا ملے گی جس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اختصار کے ساتھ ذکر کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے سمجھیں کہ قتل کی تین قسمیں ہیں:

۱) **قتل عمد:** قتل عمد وہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی شخص کو آہنی ہتھیار سے یا ایسی چیز سے جس سے عموماً قتل کیا جاتا ہے، قتل کیا جائے۔ مثلاً کسی شخص کو تلوار یا گولی سے مارا۔

۲) قتل شبہ عمد: قتل شبہ عمد وہ ہے جو قصداً تو ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو جس سے عموماً قتل کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو ایک پتھر پھینک کر مارا اور وہ اس کی وجہ سے مر گیا۔

۳) قتل خطأ: کوئی شخص کسی شخص کے عمل کی وجہ سے غلطی سے مر جائے۔ مثلاً جانور کا شکار کر رہا تھا مگر وہ تیر یا گولی غلطی سے کسی شخص کے لگ گئی اور وہ مر گیا۔

قتلِ عمد (جان بوجھ کر کسی کو ناحق قتل کرنے) کا حکم:

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَن يَّقْتُلُ مُؤمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً (سورۃ النساء آیت نمبر ۹۳) اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا: مَنْ قَتَلَ نَفْساً اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً (سورۃ المائدہ ۳۲)

مرنے کے بعد دردناک عذاب: فرمان الٰہی ہے: وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً (سورۃ الفرقان آیت ۶۸ اور ۶۹) اور جو شخص بھی یہ کام (کسی کو ناحق قتل) کرے گا اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دو گنا کر دیا جائے گا، اور وہ ذلیل

ہوکراس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔اسی طرح سورۃ النساءآیت نمبر۹۳ میں ذکر کیا گیا کہجو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کررکھا ہے۔

قصاص یا دیت یا معافی: قتل ثابت ہونے پر مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے کہ وہ اسلامی حکومت کی نگرانی میں قاتل سے قصاص لیں یعنی حکومت قاتل کو قصاصاً قتل کرے۔ شریعت اسلامیہ نے مقتول کے ورثاء کو یہ بھی اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل کو قصاصاً قتل نہ کرا کے قاتل کے اولیاء سے دیت یعنی سو اونٹ کی قیمت یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پیسہ لے لیں یا معاف کردیں۔قصاص یا دیت یا معافی میں مقتول کے ورثاء کے لئے جس میں زیادہ فائدہ ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

فرمان الٰہی ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى، اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثَى بِالْاُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا اُوْلِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ ۱۷۸ اور ۱۷۹) اے ایمان والو! جولوگ (جان بوجھ کر ناحق) قتل کردئے جائیں ان کے بارے میں تم پر قصاص (کا حکم) فرض کردیا گیا ہے۔آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت (ہی کو قتل کیا جائے گا)، پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی (یعنی مقتول کے ورثاء) کی طرف سے کچھ

معافی دے دی جائے تو معروف طریقے کے مطابق (خون بہا کا) مطالبہ کرنا (وارث کا) حق ہے اور اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا (قاتل کا) فرض ہے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک آسانی پیدا کی گئی ہے اور ایک رحمت ہے۔ اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرے تو وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔ اور اے عقل رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی (کا سامان ہے)، امید ہے کہ تم (اس کی خلاف ورزی سے) بچو گے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے تحریر کیا ہے کہ زمانۂ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ شروع ہوئی، طرفین کے بہت سے آدمی آزاد و غلام، مرد و عورت قتل ہو گئے، ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانۂ اسلام شروع ہو گیا اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہو گئے، اسلام لانے کے بعد اپنے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو شروع ہوئی تو ایک قبیلہ (جو قوت وشوکت والا تھا) نے مطالبہ کیا کہ ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے میں تمہارا آزاد اور عورت کے بدلے میں مرد قتل نہ کیا جائے۔ ان کے ظالمانہ اور جاہلانہ مطالبہ کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی: **اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی** جس کا حاصل ان کے مطالبہ کو رد کرنا تھا کہ غلام کے بدلے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف قاتل کو ہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اسلام نے اپنا عادلانہ قانون نافذ کر دیا کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا، اگر عورت قاتل ہے تو کسی بے گناہ مرد کو اس کے بدلے میں قتل کرنا، اسی طرح قاتل اگر غلام ہے تو اس کے بدلے میں کسی بے گناہ آزاد کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہے، جو اسلام میں قطعاً برداشت نہیں ہے۔ غرضیکہ اس آیت کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس

نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

وراثت سے محرومی: اگر قاتل نے اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو قتل کر دیا تو وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے والد کو قتل کر دیا تو وہ والد کی وراثت سے محروم ہو جائے گا جیسا کہ حضرات صحابۂ کرام کا حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اجماع ہے۔ مشہور و معروف واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابن قتادہ المدلجی کی دیت کا پیسہ قاتل باپ کو نہ دے کر اس کے بھائی کو دیا تھا۔ (سنن کبری للبیہقی) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی شخص کو قتل کیا تو قاتل، مقتول کی وراثت میں شریک نہیں ہوگا خواہ قاتل کے علاوہ مقتول کا کوئی وارث نہ ہو۔ اگر باپ نے بیٹے یا بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا تو قاتل کو مقتول کے مال میں کوئی وراثت نہیں۔ (دار قطنی)

(نوٹ) قتل عمد میں کفارہ (غلام کی آزادی یا ۶۰ روزے رکھنا) نہیں ہے، اگرچہ بعض علماء نے قتل خطا پر قیاس کر کے قتل عمد میں بھی کفارہ کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے۔ قصاص معاف ہونے کی صورت میں قاتل کی دنیا میں زندگی تو محفوظ ہو جائے گی لیکن آخرت میں اسے اپنے جرم کی سزا ملے گی، لہٰذا موت تک اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہنا ہوگا۔

قتل شبہ عمد کا حکم:

اگر کسی شخص نے کسی شخص کو ایسی چیز ماری جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا ہے مثلاً پتھر، ڈنڈا، گھونسا، کوڑا وغیرہ مگر وہ اس کی وجہ سے مر گیا تو یہ بھی قتل ہوگا، لیکن اس قتل پر قصاص نہیں آئے گا، البتہ یہ بھی بڑا گناہ ہے اگرچہ قتل عمد سے کم ہے کیونکہ اس میں قصد پھر بھی ہے۔ اس

کے علاوہ مقتول کے ورثاء کو دیت لینے کا حق حاصل ہوگا۔اگر فریقین راضی ہیں تو دیت سے کم یا زیادہ قیمت پر بھی صلح کر سکتے ہیں۔

﴿نوٹ﴾ قتل شبہ عمد میں بھی کفارہ (غلام کی آزادی یا ٦٠ روزے رکھنا) نہیں ہے، اگرچہ بعض علماء نے قتل خطا پر قیاس کر کے قتل شبہ عمد میں بھی کفارہ کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے۔

قتل خطا کا حکم:

اگر کسی شخص سے غلطی سے کسی شخص کا قتل ہوجائے مثلاً جانور کا شکار کر رہا تھا مگر وہ تیر یا گولی غلطی سے کسی شخص کے لگ گئی اور وہ مرگیا، اس میں قصاص تو نہیں ہے، البتہ شریعت اسلامیہ نے مقتول کے ورثاء کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل اور اس کے اولیاء سے دیت یعنی سو اونٹ کی قیمت یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پیسہ لیں یا معاف کردیں۔مقتول کے ورثاء دیت لیں یا معاف کردیں لیکن قاتل کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ٦٠ دن کے مسلسل روزے بھی رکھنے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورۃ النساء ٩٢) کسی مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان

کو قتل کرے، الاّ یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر فرض ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور دیت (یعنی خون بہا) مقتول کے ورثاء کو پہنچائے الاّ یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اور اگر مقتول کسی ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہو جو تمہاری دشمن ہو، مگر وہ خود مسلمان ہو، تو بس ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا فرض ہے، (خون بہا دینا واجب نہیں)۔ اور اگر مقتول ان لوگوں میں سے ہے جو (مسلمان نہیں، مگر) ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو بھی یہ فرض ہے کہ خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے۔ ہاں اگر کسی کے پاس غلام نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ دو مہینے تک مسلسل روزے رکھے۔ یہ توبہ کا طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

﴿نوٹ﴾ قتل خطا میں بھی بے احتیاطی کا گناہ ہے، کفارہ کا وجوب اور توبہ کا لفظ اس پر دال ہے، اگر چہ قتل شبہ عمد کے مقابلہ میں کم ہے۔

﴿نوٹ﴾ عمومی طور پر گاڑیوں کے حوادث میں مرنے والے افراد بھی قتل خطا کے ضمن میں آتے ہیں الاّ یہ کہ مرنے والی کی خود کی غلطی ہو۔

قتل سے متعلق متفرق مسائل:

☆ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۴۵ (وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ) کی روشنی میں فقہاء و علماء نے تحریر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے جسم کے کسی عضو کو تلف کر دیا مثلاً

آنکھ پھوڑ دی تو اسے اس کی سزا دی جائے گی الّا یہ کہ مجروح شخص اس کا معاوضہ حاصل کر لے یا وہ جارح کو معاف کر دے۔

☆ قصاص کے لفظی معنی مماثلت یعنی برابری کے ہیں۔ اصطلاع شرع میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کی اس سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔

☆ مقتول کی دیت سو اونٹ یا دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار یا اس کے برابر قیمت ہے یا فریقین جو طے کر لیں۔ سعودی عرب میں فی الحال دیت کی قیمت تین لاکھ ریال متعین ہے۔

☆ اگر مقتول عورت ہے تو آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ یا اس کی قیمت واجب ہوگی۔

☆ کفارہ میں روزے خود قاتل کو رکھنے ہوں گے البتہ دیت قاتل کے اہل نصرت پر ضروری ہوگی جسے شرعی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں۔ دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری تمام گھر والوں بلکہ تمام قریبی رشتہ داروں پر اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ معاشرہ کا ہر شخص قتل کرنے سے نہ صرف خود بچے بلکہ ہر ممکن کوشش کرے کہ معاشرہ اس جرم عظیم سے پاک وصاف رہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اور ایک شخص کی زندگی کی حفاظت کو پوری انسانیت کی زندگی قرار دی۔ غرضیکہ دیت کی ادائیگی خاندان کے تمام افراد پر رکھی گئی ہے تاکہ دیت کے خوف سے ہر شخص معاشرہ کو قتل سے محفوظ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

☆ کفارہ کے روزے میں اگر مرض کی وجہ سے تسلسل باقی نہ رہے تو از سر نو رکھنے پڑیں گے، البتہ عورت کے حیض کی وجہ سے تسلسل ختم نہیں ہوگا یعنی اگر کسی عورت نے کسی شخص کو قتل

کردیا اور وہ ۶۰ روزے کفارہ میں رکھ رہی ہے، ۶۰ روزے رکھنے کے دوران ماہواری کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا وہ ماہواری سے فراغت کے بعد ۶۰ روزوں کو جاری رکھے گی۔ اگر کوئی قاتل اپنی کمزوری کی وجہ سے ۶۰ روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو اسے قدرت تک توبہ کرتے رہنا ہوگا۔

☆ دیت میں حاصل شدہ مال مقتول کے ورثہ میں شرعی اعتبار سے تقسیم ہوگا۔ جو وارث اپنا حصہ معاف کردے گا اس قدر معاف ہوجائے گا اور اگر سب نے معاف کردیا تو سب معاف ہوجائے گا۔ اگر کسی ایک شرعی وارث نے بھی اپنے حصہ کی دیت کا مطالبہ کرلیا یا معاف کردیا تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اب دوسرے ورثاء کے لئے دو ہی اختیار ہوں گے یا تو اپنے حصہ کی دیت لیں یا پھر معاف کردیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کسی بھی انسان کو قتل کرنا تو درکنار، ہم کسی بھی حال میں کسی بھی انسان کے قتل میں کسی بھی نوعیت سے معاون ثابت نہ ہوں تاکہ ہم آخرت میں دردناک عذاب سے محفوظ رہیں۔ اگر کسی نے کوئی قتل کیا ہے تو حکومت وقت ہی کو اسے قصاصاً قتل کرنے کا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام گناہوں سے محفوظ رہ کر یہ دنیاوی فانی زندگی گزارنے والا بنائے اور ہمیں دونوں جہاں میں کامیابی عطا فرمائے۔

خواتین کی ملازمت' شریعت اسلامیہ کی نظر میں

شریعت کی تعلیمات کے مطابق مرد وعورت کو اس طرح زندگی گزارنی چاہئے کہ گھر کے باہر کی دوڑ دھوپ مرد کے ذمہ رہے، اسی لئے بیوی اور بچوں کے تمام جائز اخراجات مرد کے اوپر فرض کئے گئے ہیں، شریعت اسلامیہ نے صنف نازک پر کوئی خرچہ لازم نہیں قرار دیا، شادی سے قبل اس کے تمام اخراجات باپ کے ذمہ اور شادی کے بعد رہائش، کپڑے، کھانے اور ضروریات وغیرہ کے تمام مصارف شوہر کے ذمہ رکھے ہیں۔ عورتوں سے کہا گیا کہ وہ گھر کی ملکہ ہیں۔ (صحیح بخاری) لہٰذا ان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز گھر کو بنانا چاہئے جیسا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (سورۃ الاحزاب ۳۳) حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کام کو اس طرح تقسیم کردیا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کے کام کیا کرتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کے کام انجام دیا کرتے تھے۔ لوگوں کے تحفظ کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے، نہ کہ عورتوں پر، مردوں پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کو واجب یا سنت مؤکدہ اشد التاکید قرار دیا گیا، جبکہ عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی بار بار ترغیب دی گئی۔

مرد وعورت کی ذمہ داری کی یہ تقسیم نہ صرف اسلام کا مزاج ہے بلکہ یہ ایک فطری اور متوازن نظام ہے جو مرد وعورت دونوں کے لئے سکون وراحت کا باعث ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عورت کا ملازمت یا کاروبار کرنا حرام ہے، بلکہ قرآن وحدیث چند شرائط کے ساتھ اس کی اجازت بھی دیتا ہے۔ جو کام مردوں کے لئے جائز ہیں، اگر قرآن وحدیث

میں عورتوں کو ان سے منع نہیں کیا گیا ہے تو عورتوں کے لئے شرعی حدود و قیود کے ساتھ انہیں انجام دینا جائز ہے۔ بعض اوقات خواتین کی ملازمت کرنا معاشرہ کی اجتماعی ضرورت بھی ہوتی ہے مثلاً امراض نساء وولادت کی ڈاکٹر، معلمات جو لڑکیوں کے لئے بہترین تعلیم کا نظم کرسکیں۔ غرضیکہ عورت شرعی حدود و قیود کے ساتھ ملازمت یا کاروبار کرسکتی ہے۔ ان شرعی حدود کے لئے چار امور اہم ہیں:

۱) پردہ کے احکام کی رعایت ہو۔

۲) اجنبی مردوں کے اختلاط سے دور رہا جائے۔

۳) گھر سے کام کی جگہ تک آنے جانے کا معقول بندوبست ہو

۴) ولی وسرپرست کی اجازت ہو۔

خواتین کے ملازمت یا کاروبار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے گھر کے معاشی حالات بہتر ہوجاتے ہیں۔ نیز سماج کے بگڑے ہوئے لوگ جو عورتوں کو مجبور و بے بس سمجھ کر ان پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور عورتیں خاموش رہنے پر مجبور رہتی ہیں، اس کے ذریعہ خواتین کو کچھ آزادی حاصل ہوجاتی ہے۔ لیکن ہماری سوسائٹی اور خود عورتوں کو جو اس سے نقصانات ہوئے ہیں وہ ان محدود فوائد سے کہیں زیادہ ہیں، چند نقصانات پیش خدمت ہیں:

۱) عورت جب خود ملازمت کرتی ہے تو وہ اپنی ضروریات کے لئے شوہر کی محتاج نہیں ہوتی، اس لئے شوہر کی جانب سے خلاف مزاج بات پیش آنے پر برداشت کرنے کا جذبہ کم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے رشتۂ نکاح میں دراڑ آنے لگتی ہے اور طلاق تک نوبت آجاتی ہے، چنانچہ ملازمت کرنے والی خواتین کے لئے طلاق کے واقعے ملازمت نہ کرنے والی

عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ سامنے آتے ہیں۔

۲) جب عورت ملازمت کے لئے نکلتی ہے تو بسا اوقات شوہر عورت کے بارے میں شک وشبہات میں مبتلا ہوجاتا ہے، یہ چیز اس کے سکون میں رکاوٹ بن جاتی ہے، جس کی وجہ سے نکاح کا اہم مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔

۳) بچے ماں کی ممتا اور صحیح تربیت سے محروم ہوجاتے ہیں۔

۴) خواتین کی ملازمت سے عورتوں کے جنسی استحصال کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں۔

۵) عورت کی ملازمت کی وجہ سے گھر خاص کر مطبخ (کچن) کا نظم صحیح نہیں چلتا ہے جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑے کے واقعات زیادہ پیش آتے ہیں۔

غرضیکہ مذکورہ بالا شرائط کی موجودگی میں عورت ملازمت کرسکتی ہے مگر عورت کی ملازمت کی وجہ سے جو عموماً نقصانات سامنے آتے ہیں، جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے، ان کا سد باب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

امانت اور اس کے احکام ومسائل

امانت کے احکام ومسائل سمجھنے سے قبل چند تمہیدی باتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔
ودیعہ یعنی امانت اُس مال یا سامان کو کہتے ہیں جو کسی کے پاس بطور امانت رکھا جائے۔ جس کے پاس امانت رکھی جائے اُس کو مودَع یعنی امانت دار یا امین کہتے ہیں۔ مال یا سامان کے مالک کو مودِع یعنی امانت دہندہ یا امانت گزار کہتے ہیں۔ مثلاً اگر زید نے عبداللہ کے پاس ایک ہزار روپئے بطور امانت رکھے تو زید امانت دہندہ یا امانت گزار، عبداللہ امانت دار یا امین اور ایک ہزار روپئے امانت کہلائیں گے۔
اسلام نے ہر عمل خیر کے کرنے کی ترغیب اور ہر عمل شر سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ عمل خیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا مال یا سامان کسی شخص کے پاس بطور امانت رکھنا چاہے تو امانت دار یعنی امین کو چاہئے کہ اگر وہ اُس مال یا سامان کی حفاظت کرسکتا ہے تو ساری انسانیت کے نبی حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق اُس مال یا سامان کو بطور امانت رکھ کر اپنے بھائی کی مدد کرے۔ غرضیکہ شریعت اسلامیہ نے ہمیں اپنے پاس امانت رکھنے اور امانت دہندہ کے مطالبہ پر واپس کرنے کی خصوصی تعلیمات دی ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ آپس میں میل جول، محبت اور ایک دوسرے پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے جو ایک اچھے معاشرہ کے وجود کا سبب بنتا ہے۔
حضور اکرم ﷺ کے پاس صحابۂ کرام حتی کہ کفار مکہ بھی اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ اس ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کی امانت

داری کو دیکھ کر نبوت سے قبل ہی آپ کو امین کے لقب سے نوازا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی جو امانتیں رکھی ہوئی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امانت دہندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری عطا فرمائی اور مدینہ منورہ کے لئے ہجرت فرما گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بستر پر ہی سوئے تا کہ صبح حضور اکرم ﷺ کی نیابت میں ساری امانتیں لوگوں کو واپس کر دیں اور کسی شخص کو یہ شبہ بھی نہ ہو کہ نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ امانتیں لے کر چلے گئے۔

قرآن وحدیث میں امانت اور اس کے احکام کے متعلق متعدد مرتبہ ذکر آیا ہے۔ چند آیات واحادیث پیش خدمت ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (سورۃ النساء ۵۸) یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو پہنچاؤ۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضاً فَلْیُؤَدِّ الَّذِیْ اُؤْتُمِنَ اَمَانَتَہ (سورۃ البقرۃ ۲۸۳) ہاں اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ٹھیک ٹھیک ادا کر دے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُولَ وَتَخُوْنُوا اَمَانَاتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْن (سورۃ الانفال ۲۷) اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے بے وفائی نہ کرنا اور نہ جانتے بوجھتے اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہونا۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمَانَاتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ (سورۃ المعارج ۳۲) اور جو اپنی امانتوں اور عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امانت کے طور پر رکھی شیء کو واپس کرنا چاہئے۔(ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ)

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ کسی کا مال یا سامان بطور امانت اپنے پاس رکھنا باعث اجر وثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (سورۃ المائدۃ ۲) نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔(صحیح مسلم)

قرآن وحدیث میں وضاحت اور اجماع امت کے ساتھ انسانی زندگی کا تقاضہ بھی ہے کہ امانت رکھنے اور لینے کی اجازت دی جائے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اگر ہمارا کوئی بھائی یا دوست یا پڑوسی اپنا مال یا سامان بطور امانت ہمارے پاس رکھنا چاہتا ہے اور ہم اس ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دے سکتے ہیں تو ہمیں اپنے نبی ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کے مال یا سامان کو اپنے پاس بطور امانت رکھ لینا چاہئے اور ان شاء اللہ اس عمل خیر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجر عظیم ملے گا۔

ودیعہ (امانت) کا حکم: عمومی طور پر کسی کا مال یا سامان اپنے پاس بطور امانت رکھنا ایک مستحب عمل ہے جو باعث اجر وثواب ہے۔ البتہ بعض حالات میں امانت (ودیعہ) رکھنا واجب ہو جاتا ہے، مثلاً کسی شخص کا مال غیر محفوظ ہے اور آپ کی امانت میں اس کے مال یا سامان کی حفاظت ہو سکتی ہے اور کوئی دوسرا ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے، تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس شخص کے مال وسامان کو اپنے پاس بطور امانت رکھ لیں تا کہ اس

شخص کا مال یا سامان محفوظ ہو سکے۔ امانت رکھنے میں حقیقتاً اپنے بھائی یا پڑوسی یا دوست کی خیر خواہی اور بھلائی مطلوب ہوتی ہے۔ اگر آپ امانت کی حفاظت نہیں کر سکتے ہیں تو آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھیں۔

اگر کوئی سامان یا رقم بطور امانت رکھ دی گئی تو اس پر متعدد احکام مرتب ہوں گے، ان میں بعض اہم حسب ذیل ہیں:

۱) مال یا سامان امانت دار یعنی امین کے پاس بطور امانت رہے گا۔

۲) امانت دار یعنی امین کو حتی الامکان امانت یعنی ودیعہ کی حفاظت کرنی چاہئے۔

۳) امانت دہندہ یعنی امانت گزار اپنا مال یا سامان کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے۔

۴) امانت دار یعنی امین امانت کو کسی بھی وقت واپس کر سکتا ہے۔

۵) امانت دار یعنی امین امانت کی حفاظت یا اس کی بقا کے لئے جو رقم خرچ کرے گا وہ امانت دہندہ کو برداشت کرنی ہوگی، مثلاً جانور امانت میں رکھا گیا تو جانور کے چارہ وغیرہ کا خرچہ، نیز اگر مکان امانت میں رکھا گیا تو اس کی بجلی، پانی وغیرہ کے مصارف اور اسی طرح اگر مکان کی حفاظت کی غرض سے کچھ کام کروایا گیا تو اس کے مصارف امانت دہندہ کو برداشت کرنے ہوں گے۔

٦) امانت دار یعنی امین کے لئے جائز ہے کہ وہ امانت کی حفاظت کے لئے اپنی اجرت کی شرط لگائے۔ اگر اجرت طے ہوئی ہے تو امانت دہندہ کو اجرت ادا کرنی ہوگی۔ ہاں اگر اجرت طے نہیں ہوئی لیکن امانت کی حفاظت کے لئے امین کو اپنی زمین کا قابل ذکر حصہ استعمال کرنا پڑ رہا ہے تو جمہور علماء کی رائے ہے کہ وہ اس کا کرایا لے سکتا ہے۔ لیکن امانت

رکھنے میں اصل اپنے بھائی یا پڑوسی یا دوست کی خیر خواہی اور بھلائی مطلوب ہوتی ہے، لہذا شروع ہی میں یہ معاملہ طے ہوجائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف رونما نہ ہو۔ اجرت لینے کی صورت میں بھی جمہور علماء کی رائے ہے کہ بطور امانت رکھا ہوا مال یا سامان اگر امین کی خیانت کے بغیر ضائع ہوگیا یا اس میں کچھ نقصان ہوگیا تو امانت دار یعنی امین پر کسی طرح کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ امین کو چاہئے کو وہ ودیعہ یعنی امانت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے، ہاں اگر امین نے امانت دہندہ سے امانت میں رکھی ہوئی شیء سے استفادہ کرنے کی اجازت لے لی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر امین کے بے جا تصرف کی وجہ سے ودیعہ میں نقصان ہوا ہے تو امین اس کا ذمہ دار ہوگا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں خیر القرون سے عصر حاضر تک پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ امانت میں رکھا ہوا مال یا سامان امانت دار یعنی امین کے پاس بطور امانت ہوگا، چنانچہ اگر مال یا سامان امانت دار کے ظلم وزیادتی یا کوتاہی کے بغیر ضائع ہوگیا یا اس میں کچھ نقصان آگیا تو امانت دار یعنی امین پر کسی طرح کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ أُودِعَ وَدِيعَة فَلَا ضَمَانَ عَلَيْه (سنن ابن ماجہ) اگر کسی شخص کے پاس امانت رکھی گئی تو وہ اس پر لازم نہیں ہوگئی یعنی اگر امین کے ظلم وزیادتی یا کوتاہی کے بغیر وہ امانت ضائع ہوگئی یا اس میں کچھ نقصان ہوگیا تو امین (امانت دار) پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَلَا عَلَى الْمُسْتَوْدَعِ غَيْرِ الْمُغِلّ ضَمَانٌ. (ابن ماجہ، بیہقی، دار قطنی) مغل کے معنی خائن کے ہیں۔ اگر امانت (ودیعہ) ضائع ہوجائے یا اس میں نقصان

ہو جائے اور امانت دار یعنی امین نے کوئی خیانت بھی نہیں کی ہے تو امین پر اس کا کوئی تاوان نہیں ہے۔اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"لَا ضَمَانَ عَلَى مُؤْتَمَن "** (بیہقی) امانت دار پر امانت کے تلف یا اسمیں نقصان ہونے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضٰی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے کہ ودیعہ یعنی امانت امین کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوا کرتی ہے، یعنی اگر وہ امین کے ظلم وزیادتی یا کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جائے یا اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو امین پر اس کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے اور اس نے لوجہ اللہ امانت اپنے پاس رکھی ہے تو نقصان کی صورت میں امین کیوں ذمہ دار بنے گا۔اگر امین کو ذمہ دار بنا دیا گیا تو کوئی بھی امانت رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، پھر سارے لوگ اس خیر خواہی کے عمل سے محروم ہو جائیں گے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مشہور ومعروف چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) اور دیگر محدثین ومفسرین وعلماء کرام کی بھی یہی رائے ہے۔ تفصیلات کے لئے کویتی اسلامی امور واوقاف کی وزارت سے شائع شدہ موسوعہ فقہیہ کویتیہ کا مطالعہ فرمائیں جو انٹرنیٹ پر بھی مہیا ہے۔اگر امانت دہندہ (امانت گزار) یہ دعوی کرے کہ امین کے بے جا تصرف کی وجہ سے امانت ضائع ہوئی ہے تو جمہور علماء کی رائے ہے کہ امین سے قسم لی جائے گی کہ اس نے امانت میں کوئی زیادتی یا کوتاہی نہیں کی ہے۔اور امانت دار یعنی امین کے قسم کھانے پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، اس لئے کہ وہ امین ہے، اللہ تعالیٰ نے ودیعہ کو امانت سے تعبیر کیا ہے، لہذا اصل میں اسکو بری الذمہ ہی قرار دیا جائے

گا، الا یہ کہ متعدد شواہد اس کے کذب پر واضح طور سے دلالت کریں۔

خالق کائنات کے حکم سے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایسا حکم صادر فرمایا ہے جس میں معاشرہ کی خیر خواہی ہے کیونکہ امانت دار یعنی امین خدمت خلق کے لئے امانت کو اپنے پاس رکھتا ہے۔ اگر امانت دار یعنی امین کو ضامن قرار دیا جائے تو لوگ امانت رکھنے سے ہی اجتناب کریں گے جس میں عام لوگوں کا ضرر ہے، نیز یہ عمومی مصلحتوں کے خلاف بھی ہے۔

تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ امانت میں رکھی ہوئی شیء کے منافع امانت دہندہ کو ہی ملیں گے، مثلاً جانور امانت میں رکھا تھا، بچہ کی ولادت ہوگئی، اسی طرح امانت میں رکھے ہوئے باغ کے پھل، نیز زمین امانت میں رکھی تھی اس کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا وغیرہ۔

امانت دہندہ (امانت گزار) اور امانت دار (امین) میں چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، جس میں بنیادی دو شرطیں یہ ہیں کہ دونوں عاقل اور بالغ یا باشعور ہوں۔ اگر امانت دار یعنی امین کا انتقال ہوگیا تو اس کے ورثاء پر لازم ہے کہ امانت یعنی ودیعہ امانت دہندہ کو واپس کریں۔ امین کے کسی لمبے سفر پر جانے کی صورت میں امین کو چاہئے کہ وہ امانت امانت دہندہ کو واپس کرکے جائے، اگر اس وقت امانت دہندہ نہ ملے تو کسی شخص کو مکلّف کردے کہ وہ امانت کو امانت دہندہ کے حوالہ کرے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان تمام امانتوں کو ان کے مالکین تک واپس کرنے کی ذمہ داری دی تھی۔ ہاں اگر امانت دہندہ امین کے سفر کے باوجود امانت کو اس کی امانت میں رکھنے پر راضی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

امانت دہندہ کو چاہئے کہ امانت کی واپسی پر امانت دار یعنی امین کا شکریہ ادا کرے کیونکہ اس

نے لوجہ اللہ یہ خدمت انجام دی ہے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو انسانوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ اللہ کا کیا شکرادا کرے گا۔(ترمذی) اگر امانت دہندہ امین کو کوئی ہدیہ بھی پیش کردے تو بہتر ہے،حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کرے تو تم اس کو کچھ اپنی طرف سے پیش کردو۔اگر تمہارے پاس ہدیہ دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے تو تم اس کے لئے خوب دعائیں کرو۔ (ابوداود)

دوسری جانب امانت دار کو اُس پر کوئی احسان نہیں جتانا چاہئے بلکہ اس نے حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چل کر یہ عمل خیر کیا ہے،لہذا اللہ تعالیٰ سے اس عمل خیر کے قبول ہونے اور اس پر اجروثواب کی دعا کرنی چاہئے۔

جس طرح امانت میں رکھی شیء کی حفاظت کرنا امین کی ذمہ داری ہے،اسی طرح یہ دنیاوی فانی زندگی، مال واولاد ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں،لہذا ہمیں ہمیشہ ان عظیم امانتوں کی صحیح ادائیگی کی فکر کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَن يَحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ** (سورۃ الاحزاب ۷۲) ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کا بوجھ اٹھالیا۔اپنی اخروی زندگی کی تیاری کے ساتھ اپنے بچوں اور ماتحتوں کے مرنے کے بعد کی زندگی کی بھی تیاری کی فکر کرنا ہماری ذمہ داری ہے،جس کے متعلق کل قیامت کے دن ہم سے پوچھا جائے گا۔

اگر ہم ملازمت کررہے ہیں تو کام کے اوقات ہمارے لئے بطور امانت ہیں،لوگوں سے جو

ہم عہد و پیمان کرتے ہیں وہ بھی ہمارے پاس بطور امانت ہیں، اگر کسی شخص نے اپنے راز کی باتیں ہمیں بتائی ہیں تو وہ بھی ہمارے پاس بطور امانت ہیں، ان کا پورا کرنا ہماری شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے تو بس قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں:

۱) جھوٹ بولنا۔

۲) وعدہ خلافی کرنا۔

۳) امانت میں خیانت کرنا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

﴿نوٹ﴾ اگر آپ نے قرضہ لیا ہے تو وہ آپ کو واپس کرنا ہی ہوگا خواہ قرض میں لی گئی رقم آپ کے تصرف کے بغیر ضائع ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر آپ نے کوئی چیز استعمال کرنے کے لئے مانگی ہے اور وہ کسی بھی طرح ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو امانتوں کی حفاظت کرنے والا بنائے اور ہمیں امانت دہندہ تک صحیح سالم امانت لوٹانے والا بنائے، آمین، ثم آمین۔

قرض لینے اور دینے کے مسائل

اگر کوئی شخص کسی خاص ضرورت کی وجہ سے قرض مانگتا ہے تو قرض دے کر اس کی مدد کرنا باعث اجر وثواب ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرورت کے وقت قرض مانگنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص قرض کا طالب ہو تو اس کو قرض دینا مستحب ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے قرض دے کر کسی کی مدد کرنے میں دنیا وآخرت کے بہترین بدلہ کی ترغیب دی ہے، لیکن قرض دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دنیاوی فائدہ کے لئے کوئی شرط نہ لگائے۔

قرض لیتے اور دیتے وقت ان احکام کی پابندی کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ میں بیان کئے ہیں، یہ آیت قرآن کریم کی سب سے لمبی آیت ہے۔ اس آیت میں قرض کے احکام ذکر کئے گئے ہیں، ان احکام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ ان احکام میں سے تین اہم حکم حسب ذیل ہیں:

۱) اگر کسی شخص کو قرض دیا جائے تو اس کو تحریری شکل میں لایا جائے، خواہ قرض کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو۔

۲) قرض کی ادائیگی کی تاریخ بھی متعین کرلی جائے۔

۳) دو گواہ بھی طے کرلئے جائیں۔

قرض لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کرکے وقت پر قرض کی ادائیگی کرے۔ اگر متعین وقت پر قرض کی ادائیگی ممکن نہیں ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ

جلّ شانہ کا خوف رکھتے ہوئے قرض دینے والے سے قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے مناسب وقت قبل مزید مہلت مانگے۔ مہلت دینے پر قرض دینے والے کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ لیکن جو حضرات قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حتی کہ آپ ﷺ ایسے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع فرما دیتے تھے جس پر قرض ہو یہاں تک کہ اس کے قرض کو ادا کر دیا جائے۔ ان احادیث میں سے بعض احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی جان اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے (یعنی جنت کے دخول سے روک دی جاتی ہے) یہاں تک کہ اس کے قرض کی ادائیگی کر دی جائے۔ (ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ایک روز فجر کی نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارا ایک ساتھی قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے جنت کے دروازہ پر روک دیا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جانے دو، اور چاہو تو اسے (اس کے قرض کی ادائیگی کر کے) عذاب سے بچا لو (رواہ الحاکم، صحیح علی شرط الشیخین ۔۔ الترغیب والترھیب)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، مگر کسی کا قرضہ معاف نہیں کرتا۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی سے اس نیت سے قرض لے کہ وہ اس کو ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے، اور اگر قرض

لیتے وقت اس کا ارادہ ہڑپ کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح کے اسباب پیدا کرتا ہے جس سے وہ مال ہی برباد ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا انتقال ہوا ایسے وقت میں کہ وہ مقروض ہے تو اسکی نیکیوں سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی (لیکن اگر کوئی شخص اس کے انتقال کے بعد اس کے قرض کی ادائیگی کر دے تو پھر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا)۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ وہ اس کو بعد میں ادا نہیں کرے گا تو وہ چور کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود وقت پر قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (بخاری، مسلم) قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود قرض کی ادائیگی نہ کرنے والا ظالم و فاسق ہے۔ (النووی، فتح الباری)

حضرت جابر ؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، ہم نے غسل و کفن سے فراغت کے بعد رسول اکرم ﷺ سے نماز پڑھانے کو کہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ ہم نے کہا کہ اس پر ۲ دینار کا قرض ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم ہی اس کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ حضرت ابوقتادہ ؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا قرض میں نے اپنے اوپر لیا۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: وہ قرضہ تمہارے اوپر ہو گیا اور میت بری ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(رواہ احمد باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد۔۔۔الترغیب والترھیب ۲/۱۶۸)

قرض کی ادائیگی پر قدرت حاصل کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات:

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو حضرت ابوامامہؓ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہؓ سے پوچھا کہ نماز کے وقت کے علاوہ مسجد میں موجود ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابوامامہؓ نے کہا کہ غم اور قرضوں نے گھیر رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں ایک دعا نہیں سکھائی کہ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرے غموں کو دور کرے گا اور تمہارے قرضوں کی ادائیگی کے انتظام فرمائے گا؟ حضرت ابوامامہؓ نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوامامہؓ! اس دعا کو صبح وشام پڑھا کرو۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کا اہتمام کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سارے غم دور کردئے اور تمام قرض ادا ہوگئے۔ (ابوداؤد۔ مسلم شریف کی مشہور شرح لکھنے والے امام نوویؒ نے اپنی کتاب الاذکار میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے)

قرآن وحدیث میں محتاج لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کی ترغیب:

وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُون (سورہ الحج ۷۷) بھلائی کے کام کروتا کہ تم

کامیاب ہوجاؤ۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ (سورہ المائدہ ۲) اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی کوئی بھی دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا۔ جس نے کسی پریشان حال آدمی کے لئے آسانی کا سامان فراہم کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت میں سہولت کا فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرضہ دیتا ہے تو ایک بار صدقہ ہوتا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شب معراج میں میں نے جنت کے دروازہ پر صدقہ کا بدلہ ۱۰ گنا اور قرضہ دینے کا بدلہ ۱۸ گنا لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے کہا اے جبرئیل! قرض صدقہ سے بڑھ کر کیوں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ سائل مانگتا ہے جبکہ اس کے پاس کچھ مال موجود ہو، اور قرضدار ضرورت کے وقت ہی سوال کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابودرداء ؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی مسلمان کو ۲ دینار قرض دوں، یہ میرے نزدیک صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔۔۔ (کیونکہ قرض کی رقم واپس آنے کے بعد اسے دوبارہ صدقہ کیا جاسکتا ہے یا اسے بطور قرض کسی کو دیا جاسکتا ہے، نیز اس میں واقعی محتاج کی ضرورت پوری ہوتی ہے)۔ (السنن الکبری للبیہقی)

قرض لینے والا اپنی خوشی سے قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دینا چاہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، لیکن پہلے سے زائد رقم کی واپسی کا کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو۔

﴿نوٹ﴾ ہمیں بینک سے قرض لینے سے بچنا چاہئے، کیونکہ اسکی ادائیگی سود کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔اور سود لینا یا دینا حرام ہے۔

قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

اگر کوئی شخص کسی خاص ضرورت کی وجہ سے قرض مانگتا ہے تو قرض دے کر اس کی مدد کرنا باعث اجروثواب ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ ضرورت کے وقت قرض مانگنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص قرض کا طالب ہو تو اس کو قرض دینا مستحب ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ نے قرض دے کر کسی کی مدد کرنے میں دنیا وآخرت کے بہترین بدلہ کی ترغیب دی ہے، لیکن قرض دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرض کی مقدار سے زیادہ لینے کی کوئی شرط نہ لگائے۔ قرض لیتے اور دیتے وقت اُن احکام کی پابندی کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۸۲ میں بیان کئے ہیں، اُن احکام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ اُن احکام میں سے تین اہم احکام اس طرح ہیں:

۱) اگر کسی شخص کو قرض دیا جائے تو اس کو تحریری شکل میں لایا جائے، خواہ قرض کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو۔

۲) قرض کی ادائیگی کی تاریخ بھی متعین کرلی جائے۔

۳) دو گواہ بھی طے کرلئے جائیں۔

قرض لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کرکے وقت پر قرض کی ادائیگی کرے۔ اگر متعین وقت پر قرض کی ادائیگی ممکن نہیں ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے قرض دینے والے سے قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے مناسب

وقت قبل مزید مہلت مانگے۔ مہلت دینے پر قرض دینے والے کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔لیکن جو حضرات قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حتی کہ آپ ﷺ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیتے تھے جس پر قرض ہو یہاں تک کہ اس کے قرض کو ادا کردیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی جان اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے (یعنی جنت کے دخول سے روک دی جاتی ہے) یہاں تک کہ اس کے قرض کی ادائیگی کردی جائے۔ (ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ایک روز فجر کی نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارا ایک ساتھی قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے جنت کے دروازہ پر روک دیا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جانے دو، اور چاہو تو اسے (اس کے قرض کی ادائیگی کرکے) عذاب سے بچالو۔ (الترغیب والترھیب)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے مگر کسی کا قرضہ معاف نہیں کرتا۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی سے اس نیت سے قرض لے کہ وہ اس کو ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے اور اگر قرض لیتے وقت اس کا ارادہ ہڑپ کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح کے اسباب پیدا کرتا ہے جس سے وہ مال ہی برباد ہوجاتا ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا انتقال ہوا ایسے وقت میں کہ وہ مقروض ہے تو اس کی نیکیوں سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔ (ہاں اگر کوئی شخص اس کے انتقال کے بعد اس کے قرض کی ادائیگی کر دے تو پھر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، ان شاء اللہ)۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود وقت پر قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، ہم نے غسل وکفن سے فراغت کے بعد رسول اکرم ﷺ سے نماز پڑھانے کو کہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ ہم نے کہا کہ اس پر ۲ دینار کا قرض ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم ہی اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! اس کا قرض میں نے اپنے اوپر لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ قرضہ تمہارے اوپر ہوگیا اور میت بری ہوگیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(رواہ احمد باسناد حسن والحاکم وقال صحیح الاسناد۔۔۔الترغیب والترھیب ۱۶۸/۲)

قرض کی ادائیگی کی آسانی کے لئے حضور ﷺ کی دعا:

ایک روز آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نماز کے وقت کے علاوہ مسجد میں موجود ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غم اور

قرضوں نے گھیر رکھا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں ایک دعا نہیں سکھائی کہ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرے غموں کو دور کرے گا اور تمہارے قرضوں کی ادائیگی کے انتظام فرمائے گا؟ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوامامہ! اس دعا کو صبح وشام پڑھا کرو۔وہ دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کا اہتمام کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے سارے غم دور کردئے اور تمام قرض ادا ہو گئے۔ (ابوداود)

﴿نوٹ﴾ قرض لینے والا اپنی خوشی سے قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دینا چاہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، لیکن پہلے سے زائد رقم کی واپسی کا کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو۔ ہمیں بینک سے قرض لینے سے بچنا چاہئے کیونکہ اس کی ادائیگی سود کے ساتھ ہی ہوتی ہے اور سود لینا یا دینا حرام ہے۔

وقت پر قرض کی ادائیگی کے اہتمام سے متعلق بخاری شریف میں مذکور ایک واقعہ:

حضور اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا جس نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ قرض دینے والے نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ گواہ کی حیثیت سے تو

بس اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن (گارنٹی دینے والا) لے آؤ۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ ضامن کی حیثیت سے بھی بس اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ قرض دینے والے نے کہا تم نے سچی بات کہی اور وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی اور ضمانت پر تیار ہو گیا، چنانچہ ایک متعین مدت کے لئے انہیں قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تا کہ اس سے دریا پار کر کے اس متعینہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکیں جو اُن سے طے ہوئی تھی، اور اُن کا قرض ادا کر دیں، لیکن کوئی سواری نہیں ملی، (جب کوئی چارہ نہیں رہا تو) انہوں نے ایک لکڑی لی اور اس میں ایک سوراخ بنایا، پھر ایک ہزار دینار اور ایک خط (اِس مضمون کا کہ) ان کی طرف سے قرض دینے والی کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) رکھ دیا اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لے کر آئے، پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا تھا کہ ضامن کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کافی ہے، وہ تجھ پر راضی تھا، اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا جواب بھی میں نے یہی دیا کہ اللہ تعالیٰ گواہ کی حیثیت سے کافی ہے تو وہ تجھ پر راضی ہو گیا تھا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری مل جائے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض معین مدت پر پہنچا سکوں لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ملی۔ اس لئے اب میں اس کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ صندوق کی شکل میں لکڑی جس میں رقم تھی، دریا میں بہا دی اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس امانت کو ضائع نہیں کرے گا۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ شخص واپس

ہو چکا تھا۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر جا سکے۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو، لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا جو قرض لینے والے نے ان کے نام بھیجا تھا، انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لئے لے لی، پھر جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی۔ (کچھ دنوں بعد) وہ صاحب جب اپنے وطن پہنچے تو قرض خواہ کے یہاں آئے اور (دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دئے۔ اور کہا کہ بخدا میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں، لیکن مجھے اپنی کوششوں میں کوئی کامیابی نہیں ملی۔ پھر قرض خواہ نے پوچھا، اچھا یہ تو بتاؤ، کوئی چیز بھی میرے نام آپ نے بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا، چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس ہو گئے۔

سود ۔۔۔ یعنی انسانوں کو ہلاک کرنے والا گناہ

مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ صرف جائز وحلال طریقہ سے ہی مال کمائے کیونکہ کل قیامت کے دن ہر شخص کو مال کے متعلق اللہ رب العزت کو جواب دینا ہوگا کہ کہاں سے کمایا یعنی وسائل کیا تھے اور کہاں خرچ کیا یعنی مال سے متعلق حقوق العباد یا حقوق اللہ میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔

مال کے نعمت اور ضرورت ہونے کے باوجود' خالق کائنات اور تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ نے مال کو متعدد مرتبہ فتنہ، دھوکے کا سامان اور محض دنیاوی زینت کی چیز قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (سورۃ الحدید ۲۰) خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی صرف کھیل تماشا، عارضی زینت اور آپس میں فخر وغرور اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر امت کے لئے ایک فتنہ رہا ہے، اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی) نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے تمہارے لئے غریبی کا خوف نہیں ہے بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کہیں تمہارے لئے دنیا یعنی مال ودولت کھول دی جائے اور تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ، پھر وہ مال ودولت پہلے لوگوں کی طرح تمہیں ہلاک

کردے۔ (بخاری ومسلم)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مال ودولت کے حصول کے لئے کوئی کوشش ہی نہ کریں کیونکہ طلب حلال رزق اور بچوں کی حلال رزق سے تربیت کرنا خود دین ہے حتی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: اگرکوئی شخص اپنے گھر والوں پرخرچہ کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے یعنی اس پر بھی اجر ملے گا۔(بخاری ومسلم)۔۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی گزاریں اوراخروی زندگی کی کامیابی کو ہرحال میں ترجیح دیں۔کہیں کوئی معاملہ درپیش ہوتو اخروی زندگی کوداؤ پرلگانے کے بجائے فانی دنیاوی زندگی کے عارضی مقاصد کونظر انداز کردیں، نیز شک وشبہ والے امور سے دور رہیں۔

اِن دنوں حصول مال کے لئے ایسی دوڑ شروع ہوگئی ہے کہ اکثر لوگ اس کا بھی اہتمام نہیں کرتے کہ مال حلال وسائل سے آرہا ہے یا حرام وسائل سے، بلکہ کچھ لوگوں نے تو اَب حرام وسائل کومختلف نام دے کراپنے لئے جائز سمجھنا اوردوسروں کواس کی ترغیب دینا شروع کردیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: حلال واضح ہے،حرام واضح ہے۔اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اُس نے اپنے دین اورعزت کی حفاظت کی۔اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ چرواہے کی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے وہ بکریاں دوسرے کی چراگاہ سے کچھ کھالیں۔(بخاری ومسلم)

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفاء کرے، جیسا کہ حضور

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ اِلا كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهِ (ترمذی) حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، النار اولٰی بہ (مسند احمد) وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔۔۔ نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔ (صحیح مسلم)

⇦ ہمارے معاشرہ میں جو بڑے بڑے گناہ عام ہوتے جا رہے ہیں، ان میں سے ایک بڑا خطرناک اور انسان کو ہلاک کرنے والا گناہ سود ہے۔

سود کیا ہے؟

وزن کی جانے والی یا کسی پیمانے سے ناپے جانے والی ایک جنس کی چیزیں اور روپے وغیرہ میں دو آدمیوں کا اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک کو عوض کچھ زائد دینا پڑتا ہو "ربا" اور "سود" کہلاتا ہے جس کو انگریزی میں **Interest** یا **Usury** کہتے ہیں۔

جس وقت قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا اس وقت عربوں میں سود کا لین دین متعارف اور مشہور تھا، اور اُس وقت سود اُسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیادہ رقم کے مطالبہ کے ساتھ قرض دیا جائے خواہ لینے والا اپنے ذاتی اخراجات کے لئے قرض لے رہا ہو یا پھر تجارت کی غرض سے، نیز وہ **Simple Interest** ہو یا **Compound Interest**، یعنی صرف ایک مرتبہ کا سود ہو یا سود پر سود۔ تفصیلات کے لئے مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی

محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مسئلہ سود" کا مطالعہ کریں۔ مثلاً زید نے بکر کو ایک ماہ کے لئے ۱۰۰ روپے بطور قرض اس شرط پر دئے کہ وہ ۱۱۰ روپے واپس کرے، تو یہ سود ہے۔۔۔ البتہ قرض لینے والا اپنی خوشی سے قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دینا چاہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، لیکن پہلے سے زائد رقم کی واپسی کا کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو۔۔۔ بینک میں جمع شدہ رقم پر پہلے سے متعین شرح پر بینک جو اضافی رقم دیتا ہے وہ بھی سود ہے۔

سود کی حرمت:

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ البقرہ ۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبَا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ (سورۃ البقرہ ۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو لوگوں کا دوسروں پر جو کچھ بھی سود کا بقایا تھا، اس کو بھی لینے سے منع فرما دیا گیا: وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبَا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ (سورۃ البقرہ ۲۷۸) یعنی سود کا بقایا بھی چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَاْکُلُوا الرِّبَا اَضْعَافاً مُّضَاعَفَۃً (سورۃ آل عمران ۱۳۰) اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔

سود لینے اور دینے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کا اعلان جنگ:

سودکوقرآن کریم میں اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُؤمِنِیْنَ. فَاِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَاْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ (سورۃ البقرہ ۲۷۸۔۲۷۹) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ سود کھانے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی اور بڑے گناہ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ مشہور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سود کھانے والوں کے لئے قیامت کے دن کی رسوائی وذلّت:

اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والوں کے لئے کل قیامت کے دن جو رسوائی وذلت رکھی ہے اس کو

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کچھ اس طرح فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورۃ البقرہ ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سود کی تمام شکلوں سے محفوظ فرمائے، اور اس کے انجام بد سے ہماری حفاظت فرمائے۔۔۔ سود کی بعض شکلوں کو جائز قرار دینے والوں کے لئے فرمان الٰہی ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (سورۃ البقرہ ۲۷۵) یہ ذلت آمیز عذاب اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود کھانے سے توبہ نہ کرنے والے لوگ جھنم میں جائیں گے:

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَاسَلَفَ، وَاَمْرُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ، وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ، هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ (سورۃ البقرہ ۲۷۵) لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آ گئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آ گیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس کی (باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

غرضیکہ سورۃ البقرہ کی ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ہلاک کرنے والے گناہ

سے سخت الفاظ کے ساتھ بچنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا کہ سود لینے اور دینے والے اگر توبہ نہیں کرتے ہیں تو وہ اللہ اور اسکے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں، نیز فرمایا کہ سود لینے اور دینے والوں کو کل قیامت کے دن ذلیل ورسوا کیا جائے گا اور وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی سود سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے اور سود لینے اور دینے والوں کے لئے سخت وعیدیں سنائی ہیں جن میں سے بعض احادیث ذکر کررہا ہوں:

سود کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات:

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سود کی حرمت کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: (آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا، اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ ہمارے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود ہے۔ وہ سب کا سب ختم کردیا گیا ہے۔ چونکہ حضرت عباسؓ سود کی حرمت سے قبل لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن میں اُن کا سود جو دوسرے لوگوں کے ذمہ ہے وہ ختم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، باب حجۃ النبی) روایات میں آتا ہے کہ وہ تقریباً دس ہزار مثقال سونا تھا۔ سود کی حرمت نبی کی زندگی کے آخری سالوں میں کسی وقت ہوئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ. قَالُوا یَارَسُولَ اللّٰهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ ﷺ: الشِّرْکُ بِاللّٰهِ،**

وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلّٰی یَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُوْمِنَاتِ (بخاری ومسلم) سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ سات بڑے گناہ کونسے ہیں (جو انسانوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرما: شرک کرنا۔۔ جادو کرنا۔۔ کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔۔ سود کھانا۔۔ یتیم کے مال کو ہڑپنا۔۔ (کفار کے ساتھ جنگ کی صورت میں) میدان سے بھاگنا۔۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ (مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی) حضور اکرم ﷺ نے سود کھانے اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے سود لینے اور دینے والے، سودی حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ سود لینے اور دینے والے پر حضور اکرم ﷺ کی لعنت کے الفاظ حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے والا بنائے اور ان کے ارشادات کی روشنی میں اس دنیاوی فانی زندگی کو گزارنے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ پہلا شراب کا عادی، دوسرا سود کھانے

والا، تیسرا ناحق یتیم کا مال اڑانے والا، چوتھا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔۔۔۔

(کتاب الکبائر للذھبی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: سود کے ۷۰ سے زیادہ درجے ہیں اوراد نی درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرے۔ (رواہ حاکم، البیھقی، طبرانی، مالک)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر)

بینک سے قرض (Loan) بھی عین سود ھے:

تمام مکاتب فکر کے 99.99% علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عصر حاضر میں بینک سے قرض لینے کا رائج طریقہ اور جمع شدہ رقم پر Interest کی رقم حاصل کرنا یہ سب وہی سود ہے جس کو قرآن کریم میں سورۂ البقرہ کی آیات میں منع کیا گیا ہے، جس کے ترک نہ کرنے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کا اعلان جنگ ہے اور توبہ نہ کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن رسوائی وذلت ہے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ عصر حاضر کی پوری دنیا کے علماء پر مشتمل اہم تنظیم مجمع الفقہ الاسلامی کی اس موضوع پر متعدد میٹنگیں ہوچکی ہیں مگر ہر میٹنگ میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ برصغیر کے جمہور علماء بھی اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ فقہ اکیڈمی، نیودہلی کی متعدد کانفرنسوں میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ مصری علماء جو عموماً آزاد خیال سمجھے جاتے ہیں وہ بھی بینک سے موجودہ رائج نظام کے تحت قرض لینے اور جمع شدہ رقم پر Interest کی رقم کے عدم جواز پر متفق ہیں۔

پوری دنیا میں کسی بھی مکتب فکر کے دارالافتاء نے بینک سے قرض لینے کے رائج طریقہ اور جمع شدہ رقم پر Interest کی رقم کو ذاتی استعمال میں لینے کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔

عصر حاضر میں ہم کیا کریں؟

۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہمیشہ اخروی زندگی کی کامیابی کو زندگی کا اہم مقصد بنا کر عارضی فانی دنیاوی زندگی گزاریں۔

۲) اگر کوئی شخص بینک سے قرض لینے یا جمع شدہ رقم پر سود کے جائز ہونے کو کہے تو پوری دنیا کے 99.99% علماء کے موقف کو سامنے رکھ کر اس سے بچیں۔

۳) اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بینک سے قرض لینے اور بینک میں جمع شدہ رقم پر سود کے حرام ہونے کا فیصلہ آپ سے دشمنی نکالنے کے لئے نہیں بلکہ آپ کے حق میں کیا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کئے ہیں۔

۴) جس نبی کے امتی ہونے پر ہم فخر کرتے ہیں اس نے سود لینے اور دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

۵) جس نبی کا ہم نام لیتے ہیں، اس نے شک وشبہ والے امور سے بچنے کی تعلیم دی ہے تاکہ آخرت نہ بگڑے خواہ دنیاوی زندگی میں کچھ خسارہ نظر آئے۔

۶) بینک سے قرضہ لینے سے بالکل بچیں، دنیاوی ضرورتوں کو بینک سے قرضہ لئے بغیر پورا

کریں، کچھ دشواریاں، پریشانیاں آئیں تو اس پر صبر کریں۔

۷) ہمیشہ دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کمزور لوگوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

۸) اگر آپ کی رقم بینک میں جمع ہے تو اس پر جو سود مل رہا ہے، اس کو خود استعمال کئے بغیر عام رفاہی کاموں میں لگادیں یا ایسے اداروں کو دے دیں جہاں غرباء و مساکین یا یتیم بچوں کی کفالت کی جاتی ہے۔

۹) اِن دِنوں بینکوں نے رقم دینے اور لینے کی مختلف ناموں سے شکلیں بنا رکھی ہیں، علماء کرام سے مکمل تفصیلات بتا کر ہی اس میں پیسہ لگائیں یا لیں۔

۱۰) اگر کوئی شخص ایسے ملک میں ہے جہاں واقعی سود سے بچنے کی کوئی شکل نہیں ہے، تو اپنی وسعت کے مطابق سودی نظام سے بچیں، ہمیشہ اس سے چھٹکارہ کی فکر رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں۔

۱۱) سود کے مال سے نہ بچنے والوں سے درخواست ہے کہ سود کھانا بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے کم از کم سود کی رقم کو اپنے ذاتی مصاریف میں استعمال نہ کریں بلکہ اس سے حکومت کی جانب سے عائد کردہ انکم ٹیکس ادا کردیں کیونکہ بعض مفتیان کرام نے سود کی رقم سے انکم ٹیکس ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔

۱۲) جو حضرات سود کی رقم استعمال کرچکے ہیں وہ پہلی فرصت میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آئندہ سود کی رقم کا ایک پیسہ بھی نہ کھانے کا عزم مصمم کریں اور سود کی مابقیہ رقم کو فلاحی کاموں میں لگادیں۔

۱۳) اگر کسی کمپنی میں صرف اور صرف سود پر قرضہ دینے کا کاروبار ہے، کوئی دوسرا کام نہیں

ہے تو ایسی کمپنی میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کسی بینکمیں سود پر قرضہ کے علاوہ جائز کام بھی ہوتے ہیں مثلاً بینک میں رقم جمع کرنا وغیرہ تو ایسے بینک میں ملازمت کرنا حرام نہیں ہے، البتہ بچنا چاہیئے۔

۱۴) بعض اقتصادیات کے ماہر جنہیں قرآن وسنت کے احکام سے واقفیت عموماً بہت کم ہوتی ہے، سود کے جواز میں اپنے دلائل پیش کرتے نظر آتے ہیں، ان مادہ پرستوں کے فیصلے اخروی زندگی کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف دنیاوی فانی زندگی کو سامنے رکھ کر ہوتے ہیں۔

۱۵) اگر کوئی شخص سونے کے پرانے زیورات بیچ کر سونے کے نئے زیورات خریدنا چاہتا ہے، تو اس کو چاہیئے کہ دونوں کی الگ الگ قیمت لگوا کر اس پر قبضہ کرے اور قبضہ کرائے، نئے سونے کے بدلے پرانے سونے اور فرق کو دینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی سود کی ایک شکل ہے، نبی اکرم ﷺ نے سونے کو سونے کے ساتھ کمی وبیشی کر کے خرید وفروخت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

۱۶) ہر سال اپنے مال کا حساب لگا کر زکاۃ کی ادائیگی کریں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکوٰۃ نہیں نکالتے ہیں۔

﴿ایک اہم نکتہ﴾: دنیا کی بڑی بڑی اقتصادی شخصیات کے مطابق موجودہ سودی نظام سے صرف اور صرف سرمایہ کاروں کو ہی فائدہ پہونچتا ہے، نیز اس میں بے شمار خرابیاں ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا اب اسلامی نظام کی طرف مائل ہو رہی ہے۔

﴿نوٹ﴾: بعض مادہ پرست لوگ سود کے جواز کے لئے دلیل دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں وارد سود کی حرمت کا تعلق ذاتی ضرورت کے لئے قرض لینے سے ہے، لیکن تجارت کی غرض سے سود پر قرض لیا جاسکتا ہے، اسی طرح بعض مادہ پرست لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو سود کی حرمت ہے اس سے مراد سود پر سود ہے لیکن **Single** سود قرآن کے اس حکم میں داخل نہیں ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی شرط کو ذکر کئے بغیر سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے تو قرآن کریم کے اس عموم کو مختص کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی واضح دلیل درکار ہے جو قیامت تک پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے خیر القرون سے آج تک کسی بھی مشہور مفسر نے سود کی حرمت والی آیت کی تفسیر اس طرح نہیں کی، نیز قرآن میں سود کی حرمت کے اعلان کے وقت ذاتی اور تجارتی دونوں غرض سے سود لیا جاتا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ کا سود یا سود پر سود دونوں رائج تھے، ۱۴۰۰ سال سے مفسرین ومحدثین وعلماء کرام نے دلائل کے ساتھ اسی بات کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن کریم میں شراب پینے کی حرمت اس لئے ہے کہ اُس زمانہ میں شراب گندی جگہوں پر بنائی جاتی تھی، آج صفائی ستھرائی کے ساتھ شراب بنائی جاتی ہے، حسین بوتلوں میں اور خوبصورت ہوٹلوں میں ملتی ہے، لہذا یہ حرام نہیں ہے۔۔۔ ایسے دنیا پرست لوگوں سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

انشورنس کا شرعی حکم

مغرب سے متاثر ہوکر اب مسلمانوں نے بھی زندگی، مکان، گاڑی اور مختلف اشیاء کے انشورنس کرانے کو اپنی ضرورت سمجھنا شروع کردیا ہے، لیکن ہمیں چاہئے کہ انشورنس کے جواز یا عدم جواز یا اضطراری حالت میں اس کی بعض شکلوں کے جواز کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام سے مسئلہ دریافت کریں اور پھر اس کے مطابق عمل کریں۔ یاد رکھیں کہ انشورنس کی تاریخ بہت زیادہ قدیم نہیں ہے، ایشیائی ممالک میں تو اس کا رواج تقریباً ۲۰۔۲۵ سال سے ہی زیادہ ہوا ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ دنیا میں رائج بیمہ کا نظام اپنی اصل وضع میں جوئے اور سود کا مرکب ہے اور یہ دونوں اسلام میں حرام ہیں، لہذا بیمہ پر بحث کرنے سے قبل مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کی روشنی میں سود اور جوئے کے حرام ہونے پر مختصر روشنی ڈال دوں۔

سود کی حرمت: سورۂ البقرہ کی آیات ۲۷۵ سے ۲۷۹ میں اللہ تعالیٰ نے سخت الفاظ کے ساتھ سود سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا کہ سود لینے اور دینے والے اگر توبہ نہیں کرتے ہیں تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ نیز فرمایا کہ سود لینے اور دینے والوں کو کل قیامت کے دن ذلیل ورسوا کیا جائے گا اور وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے، غرضیکہ قرآن کریم میں سود کو اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے

اللہ تعالیٰ نے استعمال کئے ہیں۔۲۷۵ سے ۲۷۹ آیات کا خلاصۂ تفسیر پیش ہے:

﴿ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ سود کی بعض شکلوں کو جائز قرار دینے والوں کے لئے فرمان الٰہی ہے کہ یہ ذلت آمیز عذاب اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آ گئی اور وہ سودی معاملات سے باز آ گیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس کی باطنی کیفیت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی یعنی سود کا کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو لوگوں کا دوسروں پر سود کا جتنا بھی بقایا تھا، اس کو بھی لینے سے منع فرما دیا گیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔۔ غرضیکہ سود کھانے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی اور بڑے گناہ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ ﴾

جوئے کی حرمت: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے بچو، تاکہ تم

کامیاب ہوجاؤ۔شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟ (سورۃ المائدہ ۹۰۔۹۱)

ان آیات میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کی گئی ہیں۔ ۱) شراب۔ ۲) قمار بازی یعنی جوا۔ ۳) بتوں کے تھان یعنی وہ مقامات جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز چڑھانے کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ ۴) پانسے (جوئے کے تیر)۔ قمار، میسر اور ازلام مترادف الفاظ ہیں، اگرچہ معنی میں معمولی سا فرق ہے، لیکن ان تمام الفاظ کے معنی جوئے کے ہی ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو شیطان کا ناپاک عمل قرار دیا ہے جس کے ذریعہ وہ انسانوں کو صراط مستقیم سے بہکانے کا جو عہد اس نے کر رکھا ہے اس کو پورا کر سکے، اِس کے اندر اگر کوئی پہلو نفع کا نظر آتا ہے تو یہ محض نظر کا دھوکہ ہے، اس کے نقصانات نفع کے مقابلہ میں اتنے زیادہ ہیں کہ حقیر نفع کی کوئی قیمت نہیں ہے۔آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی فلاح اسی میں ہے کہ ان چیزوں سے بچا جائے۔اور آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی ایک اور خرابی ذکر فرمائی ہے کہ یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے غافل کر دیتی ہیں۔غرضیکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جوئے کو شراب کے برابر قرار دیا تاکہ جوئے کی حرمت میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

تقدیر پر ایمان میں خلل: انشورنس کے منفی پہلوؤں میں سے تیسرا اہم منفی

پہلو یہ ہے کہ انشورنس تقدیر پر ایمان سے کسی حد تک عملی انکار کا سبب بنتا ہے، جبکہ تقدیر پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور ایمان کے ارکان میں سے ایک ہے۔ تقدیر پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ جائز وشرعی اسباب ووسائل اختیار کئے جائیں اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے جائیں اور اس کا یقین رکھا جائے کہ خوشحالی اور پریشانی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو کوئی دنیاوی طاقت ٹال نہیں سکتی ہے۔ جبکہ انشورنس اس سے فرار کی راہ ہے کیونکہ اس میں پہلے سے حالات وحوادث کی پیش بندیاں ناجائز طریقوں سے کی جاتی ہیں۔

بیمہ (Insurance) کی حقیقت: انشورنس میں بعض شرائط پر ایک شخص کو دوسرے کی طرف سے مستقبل میں پیش آنے والے امکانی خطرات سے حفاظت اور بعض امکانی نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے، جس شخص کے لئے خطرات سے حفاظت اور نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے وہ ایک معین مدت تک ایک مقررہ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کرتا ہے۔ غرضیکہ بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان ایک طرح کا عقد ہوتا ہے اور شرعی اعتبار سے عقد کے لئے ضروری ہے کہ کسی عین یا منفعت پر قائم ہو ورنہ عقد باطل ہوگا، یعنی یا تو عقد عوض کے ساتھ عین پر قائم ہو جیسے خرید وفروخت اور شرکت وغیرہ یا پھر بلاعوض عین کے ساتھ جیسے ہبہ یا عوض کے ساتھ منفعت پر قائم ہو جیسے کرایہ داری یا پھر بلاعوض منفعت کے جیسے ادھار۔ جہاں تک بیمہ کا تعلق ہے تو اس میں عقد کی یہ شرطیں مفقود ہیں، بلکہ یہ تو مبہم معاوضہ کی ایک ذمہ داری لینے کے مترادف ہے۔ اب

دیکھنا یہ ہوگا کہ یہ ذمہ داری لینا حرام ہے یا حلال یا کچھ شرائط کے ساتھ حلال ہے۔ لہذا انشورنس کی رائج شکلوں کو الگ الگ ذکر کر کے اس کا شرعی حکم ذکر کر رہا ہوں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے تحریروں سے خاص استفادہ کیا گیا ہے۔

زندگی کا بیمہ (Life Insurance): زندگی کے بیمہ کا ماحصل یہ ہے کہ بیمہ کرانے والا بیمہ کمپنی کو ایک معین مدت تک کچھ قسطیں ادا کرتا ہے جس کو پریمیم کہتے ہیں۔ معین مدت کی تعیین طبی معاینہ کے ذریعہ ایک اندازہ لگا کر مقرر کی جاتی ہے۔ فرض کریں کہ دس سال کی زندگی کا اندازہ کیا گیا تو دس سال تک یہ شخص ہر مہینہ کچھ قسطیں مثلا ایک ہزار روپۓ ماہانہ جمع کرے گا، اس طرح ایک سال میں بارہ ہزار اور دس سال میں ایک لاکھ بیس ہزار روپۓ جمع ہوں گے۔ اب اگر دس سال کے عرصہ میں بیمہ کرانے والے کا انتقال ہو جاتا ہے تو بیمہ کمپنی ایک خاص رقم مثلاً پانچ لاکھ اس شخص کو ادا کرے گی جس کا بیمہ کرانے والے نے بیمہ کراتے وقت نام پیش کیا تھا خواہ وہ شرعی اعتبار سے وارث ہو یا نہیں یا اُس کے علاوہ بھی دیگر وارث ہوں۔ اور اگر بیمہ کرانے والے کا دس سال تک انتقال نہیں ہوا تو جمع شدہ رقم سود کے ساتھ بیمہ کرانے والے کو واپس کر دی جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ بیمہ کمپنی پریمیم کے ذریعہ جمع شدہ رقم کو بینک میں رکھ کر اس پر سود لیتی ہے۔

زندگی کے بیمہ (Life Insurance) کا شرعی حکم: اس میں جمع شدہ رقم تو محفوظ ہے یعنی اسکی واپسی یقینی ہے البتہ واپسی کی رقم مجہول ہے کہ مسئلہ مذکور میں ایک لاکھ بیس ہزار ملیں گے یا پانچ لاکھ یعنی معاوضہ مجہول ہے، اسکی مقدار معلوم نہیں ہے، لہذا یہ جوا ہوا، نیز

واپسی رقم سود کے ساتھ ملتی ہے، اور بیمہ کمپنی حاصل کردہ رقم بینک میں جمع کر کے سود بھی لیتی ہیں، مزید یہ کہ زندگی کا بیمہ کرانا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے۔لہذا زندگی کا بیمہ(Life Insurance)سوداور جوئے پر مبنی ہونے کی وجہ سے حرام ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے متعین کردہ وراثت کے نظام کی خلاف ورزی بھی ہے۔

املاک یا اشیاء کا بیمہ (Goods Insurance): مختلف اشیاء کا بیمہ کرایا جاتا ہے کہ اگر وہ اشیاء تباہ ہوجائیں یا اس میں نقصان ہوجائے تو بیمہ کرانے والے کو چیز کی قیمت ملے گی یا اسکی مرمت کرائی جائے گی، مثلاً عمارت یا دوکان کا بیمہ کرالیا جائے کہ اگر عمارت یا دوکان میں آگ لگ گئی تو بیمہ کمپنی اتنے پیسے دے گی جو عمارت یا دوکان کی قیمت کے برابر ہوگی اور اگر جزئی نقصان ہوا ہے تو نقصان کی تلافی کی جائے گی۔اسی طرح سامان کا بیمہ کرایا جاتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے میں اگر سامان ضائع ہوجائے تو اس کی قیمت مل سکے۔اسی طرح گاڑیوں کا بیمہ کرایا جاتا ہے کہ اگر چوری ہوجائے یا آگ لگ جائے یا کسی حادثہ میں تباہ ہوجائے وغیرہ وغیرہ تو بیمہ کمپنی اس گاڑی کی قیمت ادا کرتی ہے یا اس کی مرمت کراتی ہے، لیکن اس کے لئے بیمہ کرانے والے کو ماہانہ یا سالانہ کچھ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کرنی ہوتی ہے، جس کو پریمیم کہتے ہیں، جو واپس نہیں ملتی خواہ کوئی حادثہ پیش آئے یا نہیں۔

املاک یا اشیاء کے بیمہ (Goods Insurance) کا شرعی حکم: جمہور علماء کی رائے ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں غرر یعنی جوئے کا عنصر موجود ہے۔حضور

اکرم ﷺ نے اس سلسلہ میں ساری انسانیت کے لئے ایک اصول بتایا: **لَا ضَــــرَرَ وَلَا ضِــــرَارَ** نہ آدمی خود کو نقصان میں ڈالے اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچائے۔ (موطا مالک، مسند احمد، ابن ماجہ، دارقطنی) ایک طرف سے پریمیم دے کر ادائیگی متیقن ہے لیکن دوسری طرف سے معاوضہ مجہول ہے اور معلق علی الخطر ہے کہ اگر حادثہ پیش آ گیا تو معاوضہ ملے گا اور حادثہ پیش نہیں آیا تو کوئی معاوضہ نہیں ملے گا، لہذا اسمیں غرر یعنی دھوکا پایا جاتا ہے، جمہور علماء اِس قسم کے بیمہ کے حرام ہونے کے قائل ہیں البتہ بعض علماء مثلاً شیخ مصطفیٰ الزرقاء کی رائے ہے کہ یہ بیمہ جائز ہے۔ ہاں اگر کسی حکومت کی جانب سے اِس نوعیت کا بیمہ کرانا لازمی اور ضروری ہو جائے تو پھر بدرجہ مجبوری کرایا جاسکتا ہے۔

ذمہ داریوں کا بیمہ (Third Party Insurance): بیمہ کی تیسری قسم ذمہ داری کا بیمہ ہوتا ہے جس کو **Third Party Insurance** کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیمہ کرانے والے کے ذمہ کسی تیسری پارٹی کی طرف سے کوئی مالی ذمہ داری عائد ہوگئی تو بیمہ کمپنی اُس ذمہ داری کو پورا کرے گی۔ مثلاً گاڑی سے کسی دوسرے شخص یا کسی دوسری گاڑی کو نقصان پہنچنے کی صورت میں دوسرے شخص کی گاڑی کی نقصان کی تلافی بیمہ کمپنی کے ذمہ ہوگی، لیکن اِس کے لئے بیمہ کرانے والے کو ماہانہ یا سالانہ کچھ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کرنی ہوتی ہے، جس کو پریمیم کہتے ہیں، جو واپس نہیں ملتی خواہ کوئی حادثہ پیش آئے یا نہیں۔

ذمہ داریوں کے بیمہ (Third Party Insurance) کا شرعی حکم: دوسری

قسم کی طرح ذمہ داریوں کے بیمہ کے متعلق بھی جمہور علماء کی رائے اس کے حرام ہونے کی ہی ہے اگرچہ بعض علماء نے اس کے جواز کا اس شرط کے ساتھ فیصلہ کیا ہے کہ بیمہ کمپنی کا کاروبار سود پر مبنی نہ ہو۔

صحت کا بیمہ (Health Insurance) اور اس کا

شرعی حکم: جس ملک میں صحت کا بیمہ کرانا ضروری اور لازمی ہے وہاں مجبوری کی وجہ سے کرایا جا سکتا ہے، ورنہ حتی الامکان بچنا چاہئے، کیونکہ اس میں بھی غرر ضرور ہے کہ بیمہ کرانے والے کی طرف سے پریمیم کی ادائیگی متیقن ہے لیکن معاوضہ مجہول ہے اور ادا کردہ رقم واپس نہیں ہوتی خواہ آدمی بالکل بیمار ہی نہ ہو۔

بیمہ کمپنی کا تعارف (Insurance Company):

بیمہ کی مذکورہ اقسام کو تجارتی بیمہ (Commercial Insurance) کہتے ہیں، اس میں ایک کمپنی اِسی مقصد کے لئے قائم کی جاتی ہے اور ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایکچوری (Acuary) حساب کے ذریعہ یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ جو حوادث و واقعات پیش آتے ہیں، ان کا سالانہ اوسط کیا ہے، سال میں کتنی جگہ آگ لگتی ہے، کتنی جگہوں پر گاڑیوں کا ایکسیڈینٹ ہوتا ہے، کتنی جگہ ریل کا تصادم ہوتا ہے، کتنے جہاز ڈوبتے ہیں، کتنے زلزلے آتے ہیں، کتنے لوگ بیمار ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، اس کا ایک اوسط نکالتے ہیں اور اس اوسط کی بنیاد پر آنے والے سالوں کے لئے بھی وہ حادثات کا تخمینہ لگاتے ہیں کہ آئندہ

سال اس قسم کے متاثرہ اشخاص کو معاوضہ دیا جائے تو کل کتنے اخراجات آئیں گے، اور قسطوں پر حاصل شدہ رقم کو بینک میں جمع کرنے پر کتنا سود ملے گا۔فرض کریں کہ انہوں نے آئندہ سال پیش آنے والے حادثات کا اندازہ لگایا کہ ایک ارب روپیہ ہے، اب بیمہ کمپنی یہ کرتی ہے کہ اگر ہم ایک ارب روپئے خرچ کر کے ان سارے حادثات کا معاوضہ ادا کردیں تو ہمیں لوگوں سے کتنی قسطوں کا مطالبہ کرنا چاہئے اور اس پر ہمیں کتنی رقم سود کی ملے گی جس سے نہ صرف یہ کہ ایک ارب روپئے حاصل ہوں بلکہ ایک ارب سے زیادہ حاصل ہوں جو ہمارا نفع ہو اور کم از کم کمپنی کے سارے اخراجات کے بعد دس کروڑ کا نفع ہونا چاہئے۔اب انہوں نے مطلوبہ رقم لوگوں سے وصول کرنے کے لئے قسطوں کی تعداد مقرر کردی کہ جو بھی بیمہ کرائے وہ اتنی قسط ادا کرے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ساری قسطیں اکٹھی ہوجائیں تو ہمیں کل کتنی رقم ملے گی اور اس پر کتنا سود ملے گا۔ایک ارب دس کروڑ ملیں گے تو ایک ارب معاوضوں میں دے دیں گے اور دس کروڑ ہمارا نفع ہوجائے گا۔

یہ تجارتی کمپنیوں کا طریقۂ کار ہوتا ہے۔

باھمی امداد (Mutual Insurance) کا طریقۂ کار:

باہمی امداد(جس کو عربی میں التامین التعاونی یاالتامین التبادلی کہا جاتا ہے) کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ باہم مل کر ایک فنڈ قائم کرتے ہیں، اس کا مقصد ممبران میں سے کسی ممبر کے ساتھ آنے والے حادثہ پر اس کی مدد کرنا ہوتا ہے۔مثلاً سو اشخاص مل کر ایک ایک ہزار روپئے سالانہ جمع کرتے ہیں کہ اس رقم سے آپس میں کسی ممبر کے ساتھ آنے

والے حادثہ پر اس کی مدد کریں گے، رقم کم پڑنے پر دوبارہ رقم ڈالی جاتی ہے اور رقم بچنے پر وہ اگلے سال کے لئے جمع ہو جاتی ہے۔ اس رقم پر کوئی سود نہیں لیا جاتا ہے۔ اس میں تجارت کرنا پیش نظر نہیں ہوتا ہے بلکہ باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے یہ فنڈ بنایا جاتا ہے۔ یہ صورت سب کے نزدیک جائز ہے۔

﴿ایک تجویز﴾: دنیا میں رائج سود اور جوئے پر مبنی بیمہ کے تحت مجبوری میں بیمہ کرانے کی صورت میں ادا کردہ رقم سے زیادہ فائدہ حاصل ہونے پر زیادہ رقم صدقہ کر دیں اور جمع شدہ رقم سے مکمل استفادہ نہ ہونے پر اس کو صدقہ سمجھ کر چھوڑ دیں، لیکن اگر باہمی امداد کے طریقہ پر بیمہ کیا گیا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ۔

عصر حاضر میں ہم کیا کریں؟

☆ دنیا میں بیمہ کا رائج طریقہ سود اور جوئے پر مبنی ہونے کی وجہ سے اصلاً تو ناجائز ہے، لیکن بعض شعبہ ہائے زندگی میں بیمہ قانوناً لازم ہو گیا ہے، اس کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا، مثلاً گاڑیوں کا بیمہ۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں گاڑیوں کا کم از کم **Third Party Insurance** کرانا لازمی ہے۔ اب جہاں قانون نے مجبور کر دیا تو پھر علماء کرام نے بدرجہ مجبوری انشورنس کرانے کی گنجائش دی ہے۔

☆ اگر کسی ملک یا کسی جگہ پر واقعی کسی مسلمان کی جان یا مال محفوظ نہیں ہے تو وہاں بھی بیمہ کرانے کی علماء کرام نے اجازت دی ہے۔

☆ عصر حاضر کے علماء کرام نے دنیا میں موجودہ رائج بیمہ کے مقابل جو نظام تجویز کیا ہے

وہ باہمی امداد(Mutual Insurance) کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جس کو التامین التعاونی کہا جاتا ہے، اس نظام کی بنیاد تبرع ہے نہ کہ عقد معاوضہ، جس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کچھ افراد نے ایک کمپنی قائم کرلی اور جو سرمایہ جمع ہوا وہ تجارت میں لگادیا پھر اور بیمہ داروں کو دعوت دی جاتی ہے کہ آپ بھی آکر اس میں پیسہ لگائیں، انہوں نے جو رقم دی وہ بھی نفع بخش تجارت میں لگادی گئی اور ساتھ میں ایک فنڈ بنادیا گیا، جس کے ذریعہ اگر ممبران کو کوئی حادثہ پیش آئے تو اس فنڈ سے اس کی مدد کی جائے۔ سال کے اختتام پر پیسے بچنے پر ممبران کو واپس کردئے جاتے ہیں یا ان کے نام سے یہ رقم فنڈ میں آئندہ سال کے لئے جمع کردی جاتی ہے۔ اس بنیاد پر عرب ممالک میں کچھ کمپنیاں قائم ہوئی ہیں۔ بہرحال بیمہ کے اس نظام کے تحت مطلوب بھی حاصل ہوجارہا ہے اور سود اور جوئے کے عنصر سے کافی حد تک بچاؤ بھی ہے۔ یاد رکھیں کہ ہندوپاک کی بیمہ کمپنیوں میں یہ نظام موجود نہیں ہے، بلکہ ان میں عموماً سود اور جوئے والا نظام ہے۔

خلاصۂ کلام: جیسے کہ دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا دنیا میں رائج انشورنس کا موجودہ نظام سود اور جوئے پر مشتمل ہے اور ان دونوں کی حرمت قرآن وحدیث میں واضح طور پر موجود ہے، جن کے حرام ہونے پر امت مسلمہ متفق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ناپاک چیزوں کو ہی ہم نے حرام کیا ہے (سورۂ الاعراف ۱۵۷) یعنی جوئے اور سود کے عنصر سے مرکب بیمہ کے موجودہ نظام کے اندر اگر ہمیں بظاہر نفع نظر بھی آئے مگر خالق کائنات کے کلام کے مطابق اس میں شر ضرور پوشیدہ ہے لہذا حتی الامکان دنیا میں رائج

انشورنس کے موجودہ نظام سے بچیں۔ اگر بیمہ کے موجودہ نظام سے بچنے میں بظاہر نقصان نظر آئے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو یاد رکھیں: جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اور ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔ (سورہ الطلاق ۲، ۳) انشورنس میں یقینی طور پر بعض منافع موجود ہیں لیکن نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں، اسی وجہ سے علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیمہ کرانے کو ناجائز قرار دیا ہے، شراب میں بھی بعض منافع ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے مگر نقصانات فوائد سے بہت زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے اس کو شریعت اسلامیہ میں حرام کیا گیا ہے۔۔۔۔ ہاں اگر سود اور جوئے سے بالکل محفوظ کسی بیمہ کمپنی میں املاک یا اشیاء کا بیمہ کرایا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اسی طرح زندگی کے جس شعبہ میں حکومت کی جانب سے بیمہ کرانا لازمی ہو جائے کہ اب بیمہ کرائے بغیر کوئی چارہ نہیں تو پھر اس شعبہ میں بیمہ کرانے کی گنجائش ہے۔

سود، مشترکہ فنڈ اور زندگی کا بیمہ

اصل موضوع سے قبل دو اہم امور پر روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے اصل موضوع کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مال کی حیثیت: مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے لیکن مال کے نعمت بننے کے لئے ضروری ہے کہ مال کو حلال وسائل اختیار کرکے حاصل کیا جائے اور اس مال سے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یعنی زکوٰۃ وغیرہ ان کی ادائیگی کی جائے۔ مال نعمت ہونے کے ساتھ ایک انسانی ضرورت بھی ہے، لیکن مال کے نعمت اور ضرورت ہونے کے باوجود خالق کائنات اور تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ نے مال کو متعدد جگہوں پر فتنہ، دھوکے کی چیز اور محض دنیاوی زینت کی چیز قرار دی ہے۔ چند مثالیں عرض ہیں: مال واولاد تو فانی دنیا کی عارضی زینت ہیں۔ (سورۃ الکہف ۴۶) مال واولاد کی زیادتی کی چاہت نے تمہیں اللہ کی عبادت سے غافل کردیا یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔ (سورۃ التکاثر ۱۔۲) خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی صرف کھیل تماشا، عارضی زینت اور آپس میں فخر وغرور اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ (سورۃ الحدید ۲۰) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر امت کے لئے ایک فتنہ رہا ہے، میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا تو وہاں غریب لوگوں کو زیادہ پایا۔ (بخاری ومسلم) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غریب لوگ مالداروں سے پانچ سو سال قبل جنت

میں داخل ہوں گے۔(ترمذی)رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے تمہارے لئے غریبی کا خوف نہیں ہے بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کہیں تمہارے لئے دنیا یعنی مال ودولت کھول دی جائے اورتم اس کے پیچھے پڑ جاؤ، پھر وہ مال ودولت پہلے لوگوں کی طرح تمہیں ہلاک کردے۔(بخاری ومسلم)

قرآن وحدیث کی روشنی میں سود شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اوراس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔(سورۃ البقرہ ۲۷۸۔۲۷۹)سود کھانے والوں کے لئے اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو اور کسی بڑے گناہ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پرنہیں دی گئی۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہوتو خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے۔ (تفسیر ابن کثیر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔(مسند احمد)رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کے ۷۰ سے زیادہ درجے ہیں اورادنی درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرے۔(موطا امام مالک،طبرانی)

ان دونوں تمہیدی ابواب کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں،سب سے پہلے

حلال، حرام اور مشتبہ چیزوں کے متعلق اللہ کے حبیب حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو پڑھیں جس میں شبہ والی چیزوں سے تعامل کرنے کا شرعی اصول ذکر کیا گیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے۔ ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس کا جانور دوسرے کی چراگاہ سے کچھ چرلے۔ (بخاری ومسلم)

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حکم کے اعتبار سے چیزوں کی تین قسمیں ہیں: ۱) وہ چیزیں جن کا حلال ہونا واضح ہے، مثلاً جائز لباس وجائز کھانے وغیرہ۔ ۲) وہ چیزیں جن کا حرام ہونا واضح ہے، مثلاً سود کھانا، شراب پینا، زنا کرنا، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔ ۳) وہ چیزیں جن کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہوجائے، مثلاً موضوع بحث مسائل (مشترکہ فنڈ اور زندگی کا بیمہ) امت مسلمہ کے موجودہ تمام مکاتب فکر کے بیشتر علماء ان مذکورہ شکلوں کے ناجائز ہونے پر متفق ہیں کیونکہ مشترکہ فنڈ اور زندگی کا بیمہ عمومی طور پر سود اور جوئے پر مشتمل ہوتا ہے اور ان دونوں کی حرمت قرآن وحدیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ بعض علماء نے موضوع بحث مسائل کی بعض شکلیں چند شرطوں کے ساتھ جائز قرار دی ہیں۔ لہذا جس کو نبی اکرم ﷺ کے اقوال وفرمان سے واقعی سچی محبت ہے جو ہر مسلمان کو ہونی چاہئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک

(کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کی اولاد، اس کے والدین اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں (بخاری ومسلم) تو وہ کبھی بھی ان مشتبہ امور کے قریب نہیں جائے گا، کیونکہ ہمارے نبی حضور اکرم ﷺ نے واضح طور پر ذکر فرمادیا کہ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کرلی، اور جو شخص مشتبہ چیزوں کے چکر میں پڑا گویا وہ حرام چیزوں میں پڑ گیا۔

ان مذکورہ شکلوں میں رقم نہ لگانے پر اگر بظاہر کچھ وقتی نقصان بھی نظر آئے تو دوسرے جائز وبہتر وسائل سے اللہ تعالیٰ روزی عطا فرمائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے (غلط راستوں سے) چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو، اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کے لئے کافی ہوگا۔ (سورۃ الطلاق ۲۔۳)

تنبیہ:

☆ علماء کرام نے بعض شرائط کے ساتھ **Shares** خریدنے کے جواز کا فیصلہ فرمایا ہے، لیکن ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ہم جس کمپنی کے **Shares** خریدنا چاہتے ہیں، اس کمپنی کے متعلق پہلے وافر معلومات حاصل کریں۔ اگر اس کمپنی کا کاروبار مثلاً شراب کا ہے تو ایسی کمپنی کے **Shares** خریدنے جائز نہیں ہوں گے۔

☆ آجکل چند دنیاوی مادی طاقتیں مسلمانوں کے مال کو حاصل کے لئے اسلامی بینکنگ کے نام پر مختلف مالی پروجکٹس پیش کرتی رہتی ہیں تاکہ مسلمان اسلام کا نام دیکھ کر اپنی رقم ان کے حوالے کردیں۔ ان پروجیکٹس پر رقم لگانے سے قبل ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان

پروجیکٹس کی مکمل تفصیلات معلوم کریں پھر علماء کرام کی سرپرستی میں فیصلہ کریں۔

☆ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس زمانے میں سودی نظام سے بچنا انتہائی مشکل ہے، مختلف اسباب کی وجہ سے کسی نہ کسی حد تک سودی نظام سے جڑنا ہی پڑتا ہے۔ میری ایسے تمام حضرات سے درخواست ہے کہ ہمیں اس دنیاوی زندگی میں رہ کر ہمیشہ ہمیشہ کی اخروی زندگی کی تیاری کرنی ہے، موت کا آنا یقینی ہے، البتہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں کہ ملک الموت کب ہماری جان نکالنے کے لئے آجائے، آنکھ بند ہونے کے بعد پھر ہمیں کوئی دوسرا موقعہ آخرت کی تیاری کرنے کا میسر نہیں ہوگا۔ لہذا بظاہر دنیاوی نقصان وضرر کو برداشت کریں، کیونکہ دنیاوی زندگی تو بہرحال گزر جائے گی، لیکن آخرت کی ناکامی پر ناقابل تلافی نقصان وخسارہ ہوگا۔ مرنے کے بعد مال واولاد اسی وقت کام آئے گی جب ہم نے حلال وسائل اختیار کرکے مال کو کما کر ان پر خرچ کیا ہوگا۔

☆ جن حضرات نے بینکوں میں اپنا مال جمع کر رکھا ہے اور اس پر سود مل رہا ہے، اس سے متعلق علماء کی رائے یہ ہے کہ سود کی رقم بینکوں سے نکال کر عام رفاہی کاموں میں لگادیں، اپنے اوپر یا اپنی اولاد پر خرچ نہ کریں۔

☆ بعض حضرات اگر مشترکہ فنڈ اور زندگی کے بیمہ سے متفق ہیں تو میری ان سے درخواست ہے کہ وہ کم از کم دوسروں کو شک وشبہ میں نہ ڈالیں کیونکہ اسلام نے نہ تو ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ ہم دوسروں کے مال کو بڑھانے کی فکر کریں اور نہ ہی اس کی کوئی ترغیب دی ہے، بلکہ قرآن وحدیث میں مال کو متعدد جگہوں پر فتنہ، دھوکے کی چیز اور محض دنیاوی زینت کی چیز قرار دیا ہے۔

قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنا

آجکل قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے کا کافی رواج ہو گیا ہے۔اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جب آپ گاڑی خریدنے کے لئے گاڑیوں کے شوروم جاتے ہیں تو گاڑی فروخت کرنے والا کہتا ہے کہ فلاں گاڑی نقد خریدنے پر مثلاً تین لاکھ روپئے کی ہے اور قسطوں میں خریدنے پر تین لاکھ پچاس ہزار روپئے کی ہے۔اگر آپ گاڑی قسطوں میں خریدنے کے لئے راضی ہو جاتے ہیں تو دونوں (خریدنے والا اور بیچنے والا) ایک اتفاق پر جس میں پہلی قسط اور دیگر قسطوں کی ادائیگی کی تفصیل درج ہوتی ہے، دستخط کردیتے ہیں۔اس طرح قسطوں پر گاڑی خریدنا یا فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔لیکن اس خرید وفروحت کے صحیح ہونے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ خرید وفروخت کے وقت، گاڑی بیچنے والے کی ملکیت میں ہونی چاہئے۔

لیکن ان دنوں ایک اور مسئلہ درپیش آتا ہے کہ گاڑی فروخت کرنے والا مثلاً (گاڑیوں کا شوروم) کسی بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی سے معاہدہ کرلیتا ہے جس کی بنیاد پر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی گاڑی خریدنے والے کی طرف سے گاڑی کی مکمل قیمت نقد ادا کردیتی ہے، مثلاً مذکورہ مسئلہ میں تین لاکھ روپئے، اور گاڑی خریدنے والا گاڑی کی قیمت قسطوں پر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی کو ادا کرتا ہے، مثلاً مذکورہ مسئلہ میں تین لاکھ اور پچاس ہزار روپئے۔ یہ شکل وصورت شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی سے سود پر قرض لینے کے مترادف ہے، جو قرآن وحدیث کی روشنی میں حرام ہے۔البتہ موجودہ مسئلہ میں جائز کی

شکل اس طرح ہوسکتی ہے کہ بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی گاڑیوں کے شوروم سے گاڑی نقد خرید لے اور گاڑی بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی کی ملکیت میں آجائے، پھر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی قسطوں پر گاڑی فروخت کرے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے پر اگر قسطیں براہ راست مالک کو ادا ہورہی ہیں، بینک وغیرہ کی شمولیت نہیں ہے تو پھر جائز ہے خواہ نقد کے مقابلہ میں قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے پر قیمت زیادہ ادا کرنی پڑی۔ ☆ قسطوں پر مکان خریدنے کے مسائل بھی تقریباً قسطوں پر گاڑی خریدنے کی طرح ہیں۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے شریعت کے چند اصولوں کو ذہن میں رکھیں:

☆ سود پر پیسا لینا یا دینا یا سود کے کاروبار میں کسی طرح کا شرکت کرنا قطعاً حرام ہے۔اس لئے ہمیں سود کے شبہ سے بھی بچنا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سود کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں اور ادنی ترین شعبہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا۔(ابن ماجہ، حاکم، طبرانی) نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ برا ہے۔ (مسند احمد)

☆ جو چیز آپ کی ملکیت میں نہیں ہے، اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسی چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے جو ملکیت اور قبضہ میں نہیں ہے۔ ☆ پیسے کا مقابلہ اگر پیسے سے ہے تو کمی بیشی جائز نہیں ہے۔ ☆ پیسے کا مقابلہ اگر سامان یا کسی چیز سے ہے تو کمی بیشی جائز ہے۔

اس موضوع سے متعلق چند مسائل:

☆ مکان کا ایک ماہ کا کرایا دس ہزار روپئے اور ایک سال کا مکمل کرایا بیک وقت ادا کرنے کی صورت میں ایک لاکھ روپئے، یعنی بیس ہزار روپئے کم۔ شرعاً اس طرح کرایا لینا یا دینا جائز ہے کیونکہ یہاں پیسے کا مقابلہ پیسے سے نہیں ہے بلکہ مکان اور اس کی منفعت سے ہے۔

☆ آپ کے پاس مکان کے ایک سال کا کرایا ادا کرنے کے لئے ستر ہزار روپئے موجود ہیں۔ آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ تم تیس ہزار روپئے مجھے اس وقت قرض دیدو تا کہ میں ایک سال کا کرایا ادا کردوں جس سے بیس ہزار روپئے بچ جائیں اور وہ تم مجھ سے لے لینا، یعنی میں تمہیں بعد میں پچاس ہزار روپئے واپس ادا کردوں گا۔ شرعاً اس طرح بیس ہزار روپئے اپنے دوست کو زیادہ ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں پیسے کا مقابلہ پیسے سے ہے، جو کہ سود ہے۔

☆ وقت پر قسطوں کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرنا چاہئے تا کہ کسی طرح کی اضافی رقم ادا نہ کرنی پڑے کیونکہ اضافی رقم کی ادائیگی سود کے زمرہ میں آسکتی ہے۔

دلائل شرعیہ کی روشنی مسئلہ کا حل:

میں نے جلدی ہی گاڑی یا مکان یا کوئی دوسرا سامان قسطوں پر خریدنے کے متعلق اپنا ایک مختصر مضمون اور لیکچر ارسال کیا تھا۔ چند احباب کے سوال اور موضوع کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر مزید تفصیلات ارسال کررہا ہوں۔ قسطوں پر خرید وفروخت کا مطلب ہوتا ہے

کہ سامان پر قبضہ تو فوراً ہوجائے لیکن سامان کی پوری یا بعض قیمت کی ادائیگی چند متعین قسطوں پر کی جائے، جن کی ادائیگی کا وقت اور رقم طے کرلی جائے۔

صحیح بخاری (۲۰۶۸) اور صحیح مسلم (۱۶۰۳) کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے اپنی زرہ رہن میں رکھ کر جو (Barley) ادھار خریدے۔ یہ حدیث دلالت کررہی ہے کہ قیمت کی ادائیگی کو مؤخر کرکے یعنی ادھار خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔قسطوں پر کوئی سامان خریدنے کے لئے بھی قیمت کی ادائیگی مؤخر کی جاتی ہے، جس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مستقبل میں قیمت کی ادائیگی کس طرح ادا کی جائے گی۔ اور شرعی حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ادھار کی قیمت ایک قسط پر ادا کی جائے یا متعدد قسطوں میں۔

صحیح بخاری (۲۱۶۸) میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے ۹ اوقیہ چاندی پر مکاتبت کرلی ہے۔ شرط یہ ٹھہری ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاوضہ قسطوں پر ادا کیا جاسکتا ہے۔

ان دونوں احادیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ کسی سامان کی قیمت ادھار خواہ ایک قسط میں یا متعدد قسطوں میں وصول کی جاسکتی ہے لیکن ان احادیث میں وضاحت کے ساتھ یہ مذکور نہیں ہے کہ ادھار کی صورت میں قیمت زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس وجہ سے علماء کے درمیان مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہوا۔ علماء کی ایک چھوٹی سی جماعت کی رائے ہے کہ قیمت زیادہ کرکے قسطوں پر خرید وفروخت کرنا سود ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ لیکن

جمہور فقہاء وعلماء جن میں چاروں ائمہ (حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ) بھی ہیں، نے قسطوں پر قیمت زیادہ کرکے خرید و فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ چاروں مذاہب کی ایک ایک مستند کتاب کی عبارت حوالہ کے ساتھ پیش ہے: ادھار کی وجہ سے قیمت زیادہ کی جاسکتی ہے۔ (بدائع الصنائع ۵/۱۸۷)۔ وقت کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ (بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۰۸)۔ پانچ نقد کو چھ ادھار کے بدلہ میں کیا جاسکتا ہے۔ (الوجیز للغزالی ۱/ ۸۵)۔ ادھار قسطوں پر قیمت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۲۹/۴۹۹)

جمہور فقہاء وعلماء نے سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵ اور سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹ سے استدلال کیا ہے کہ عمومی طور پر خرید وفروخت جائز ہے الاّ یہ کہ قرآن وحدیث میں خرید وفروحت کی کسی خاص شکل کی ممانعت واضح طور پر موجود ہو۔ قیمت میں اضافہ کرکے قسطوں پر سامان خریدنا بھی خرید وفروخت کی ایک شکل ہے جس کو قرآن وحدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ جواز کی تایید کے لئے احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

جمہور علماء کی تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری (۲۰۸۶) میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی کھجور میں بیع سلم کرے اسے متعین پیمانے یا متعین وزن کے ساتھ کرنی چاہئے۔۔۔ وضاحت: بیع سلم ایسی خرید وفروخت ہے جس میں قیمت پہلی دے دی جاتی ہے اور وہ سامان جو فروخت کیا گیا ہے بعد میں حوالہ کیا جاتا ہے، یعنی اصل

مال کی غیر موجودگی میں خرید وفروخت ہو جاتی ہے۔اسی لئے یہ ضروری ہے کہ مقدار، جنس، اصل مال اور جس جگہ و مقام پر وہ مال خریدار کے حوالہ کیا جائے گا سب کی تعیین پوری طرح کر دی جائے تا کہ اصل اس طرح متعین ہو جائے کہ گویا وہ سامنے ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے تعیین کر دی گئی ہے۔اسی لئے تمام اموال میں یہ بیع نہیں چلتی، صرف انہیں چیزوں میں چلتی ہے جو ناپی اور تولی جاسکیں یا انہیں شمار کیا جاسکے اور باہم ان معدودات میں کوئی خاص فرق نہ ہوتا ہو۔ چونکہ اصل مال موجود نہیں ہے اس لئے انہیں صورتوں میں یہ بیع سلم کی جائے جنہیں بعد میں اصل مال خریدار کو دیتے وقت کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو سکے۔۔۔۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں بیع سلم کے جائز ہونے پر اجماع امت ہے اور یہ بیع قسطوں پر سامان خریدنے کے مشابہ ہے۔ بیع سلم میں قیمت نقد ہے جبکہ سامان ادھار، قسطوں پر سامان خریدنے پر سامان نقد اور قیمت ادھار، خواہ ادائیگی ایک مشت میں ہو یا متعدد قسطوں میں۔

جمہور فقہاء وعلماء کی چوتھی دلیل ہے کہ ابتداء اسلام سے ہی قسطوں پر سامان خریدنے پر قیمت میں بڑھوتری کا معاملہ مسلمان کرتے چلے آئیں ہیں، اور کسی زمانہ کے فقہاء یا علماء نے اس پر نکیر نہیں کی ہے، تو قسطوں پر سامان خریدنے پر رقم میں بڑھوتری کے باوجود اس کے جواز پر اجماع امت بھی ہو گیا۔

غرضیکہ امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد، چاروں ائمہ اور ہر مکتب فکر کے مشاہیر علماء نے قسطوں پر سامان خریدنے پر قیمت کے اضافہ ہونے کے باوجود اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور آج بھی تمام مکاتب فکر اس کے جواز کا فتوی دے رہے ہیں۔لہٰذا ہمیں اس کے جواز

میں کوئی شک وشبہ نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص احتیاطاً قسطوں پر سامان خریدنے سے بچنا چاہئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے کہ قسطیں مالک کو ہی ادا ہوں، اور سامان بیچنے والے کی ملکیت میں ہو، تیسری پارٹی کی شمولیت نہ ہو۔

ان دنوں خاص کر ہندوپاک میں ایک اور مسئلہ درپیش آتا ہے کہ گاڑی فروخت کرنے والا مثلاً (گاڑیوں کا شوروم) کسی بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی سے معاہدہ کرلیتا ہے جس کی بنیاد پر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی گاڑی خریدنے والے کی طرف سے گاڑی کی مکمل قیمت نقد ادا کردیتی ہے، مثلاً تین لاکھ روپئے، اور گاڑی خریدنے والا گاڑی کی قیمت قسطوں پر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی کو ادا کرتا ہے، مثلاً تین لاکھ اور پچاس ہزار روپئے۔ یہ شکل وصورت شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی سے سود پر قرض لینے کے مترادف ہے، جو قرآن وحدیث کی روشنی میں حرام ہے۔ ہاں اگر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی گاڑیوں کے شوروم سے گاڑی نقد خریدلے اور گاڑی بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی کی ملکیت میں آجائے، پھر بینک یا انویسٹمینٹ کمپنی قسطوں پر گاڑی فروخت کرے تو یہ جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے پر اگر قسطیں براہ راست مالک کو ادا ہورہی ہیں، بینک وغیرہ کی شمولیت نہیں ہے تو پھر جائز ہے خواہ نقد کے مقابلہ میں قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے پر قیمت زیادہ ادا کرنی پڑے۔

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ۱،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इस्लामी आइडयोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख़्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारविारकि मामले क़ुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधकिार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण वयक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और ज़िक्र

First Islamic Mobile Apps of the world in 3 languages
(Urdu, Eng.& Hindi) in iPhone & Android by Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

DEEN-E-ISLAM HAJJ-E-MABROOR